ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
17 تا 23 مئی 2001ء

☆ حکومت نے ڈی اسلامائزیشن کا آغاز کر دیا ہے! (منبر و محراب)

☆ خواتین کی نمائندگی سیاسی میدان تک محدود کیوں؟ (محشر خیال)

☆ "سفر نامۂ افغانستان —— لمحہ بہ لمحہ روداد (رپورتاژ)

اسلامی انقلاب : اقدام کا طریقِ کار

"اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کا واحد راستہ یہ ہے کہ اگر مناسب عددی قوت پر مشتمل ایک ایسی تنظیم وجود میں آ جائے جو انقلابی جدوجہد کے پہلے چار مراحل یعنی دعوت، تنظیم، تربیت اور صبر محض سے گزر چکی ہو تو وہ رائج الوقت نظام اور اس کو چلانے والے انتظامی ادارے (یعنی حکومت) کے مقابلہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمر کس لے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر کھڑی ہو جائے اور صرف زبانی و کلامی بات کرنے کے بجائے علی الاعلان یہ کہے کہ اب فلاں فلاں منکرات ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے، یہ کام اب ہماری لاشوں پر ہو گا۔ پھر اس پر ڈٹ جائے اور ہر نوع کی مالی و جانی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کرے۔ البتہ اس اقدام میں اس بات کا التزام و لحاظ ضروری ہو گا کہ انہی منکرات کو چیلنج کیا جائے جو تمام مسالک کے ماننے والوں کے نزدیک مسلّم ہوں۔ کسی مسئلہ میں اگر کسی کی شاذ رائے ہو کہ وہ منکر ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس پر تمام مسالک کے لوگوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس پر کوئی تحریک ہی برپا کی جا سکتی ہے۔ ہدف اس کام کو بنانا ہو گا جو سب مسلمانوں کے نزدیک منکر ہو، جو سب کے نزدیک حرام ہو۔ مثال کے طور پر سودی معیشت، بے حیائی، عریانی، تبرج جاہلیہ، مرد و عورت کے مخلوط اجتماعات، عورت کی بطورِ اشتہار تشہیر اور یوم پاکستان اور یومِ استقلال کے مواقع پر افواج پاکستان کے ساتھ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی معنوی نوجوان بیٹیوں کی سڑکوں پر مردوں کے سامنے سینہ تان کر پریڈ۔ یہ سب وہ خلاف شریعت امور ہیں جن کے منکر ہونے کے بارے میں تمام مذہبی مکاتب فکر کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ الغرض موجودہ دور میں اسلامی انقلابی جماعت منکرات یعنی خلاف شریعت کاموں کے خلاف مظاہروں کے ذریعے اقدام کا آغاز کرے گی۔ تمدنی ارتقاء نے ان مظاہروں کی بہت سی صورتوں سے دنیا کو روشناس کرایا ہے جن میں پکٹنگ (Piketing) یعنی دھرنا مار کر بیٹھنا احتجاجی طور پر حکومت کو یا عوام کو کسی کام سے روکنے کے لئے گھیراؤ وغیرہ کرنا بھی شامل ہے"۔

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب "منہج انقلاب نبوی ﷺ" سے ایک اقتباس)

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۱۷)

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ٥﴾

''مہر کردی ہے اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر' اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے''۔

حق کو حق سمجھنے کے باوجود کفر پر اڑے رہنے کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان لوگوں سے حق کو پہچاننے کی صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے۔ یعنی جب لوگوں کے اندر ضد' عناد' ہٹ دھرمی' تعصب اور تکبر جیسی برائیاں پیدا ہو جائیں اور وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی حق کو تسلیم کرنے سے مسلسل اعراض کرتے رہیں تو ان کی ذہنیت مسخ ہو جاتی ہے اور پھر بعد ازاں ان کے اندر حقیقت کو دیکھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت واستعداد ہی باقی نہیں رہتی۔ اس قاعدے اور قانون کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ صف میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ جب ''وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا''۔

فزیالوجی کے حوالے سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا جو عضو جس کام کے لئے بنایا ہے اگر اس سے متعلقہ کام لیا جاتا رہے تو وہ صحیح وسالم رہے گا اور اگر ایک طویل عرصے تک اس سے وہ کام نہ لیا جائے تو اس میں خرابی (degeneration) کا عمل شروع ہو جائے گا۔ مثلاً اگر آپ اپنے کسی جوڑ کو باندھ دیں کہ وہ حرکت نہ کر سکے تو کچھ عرصے بعد آپ کا جوڑ جام ہو جائے گا' اسی طرح آنکھوں پر طویل عرصے تک پٹی بندھی رہے تو بینائی ختم ہو جائے گی۔ یہی معاملہ ہماری باطنی بصیرت کا ہے' اگر اس سے مسلسل کام نہ لیا جائے تو بصیرت کی صلاحیت بھی سلب ہو جائے گی۔ اس آیت میں اسی عمل کو مہر کرنا (ختم) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

''خَتَمَ'' کا لفظ ختم کر دینا اور پورا کر دینا کے معانوں میں اُردو' عربی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔ عربی زبان میں جب اس کے ساتھ صلہ ''عَلٰی'' آ جائے تو یہ کسی شے پر مہر لگا دینا کے معنی دیتا ہے' یعنی کسی شے کو سیل بند کر دینا کہ اس میں نہ تو کوئی شے داخل ہو سکے اور نہ وہاں سے کوئی شے نکل سکے۔

''سمع'' اور ''بصر'' دونوں مصدر ہیں۔ ''سمع'' آلہ سماعت یعنی کان کے لئے مستعمل ہے اور ''بصر'' بینائی اور آنکھ کے معنی دیتا ہے۔ ''عَذَابٌ عَظِيْمٌ'' سے مراد آخرت کی سزا ہے۔

یہاں یہ نوٹ کیجئے کہ دلوں اور کانوں پر تو مہر لگانے کی بات کی گئی ہے جبکہ آنکھوں پر پردے کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ آنکھ صرف سامنے دیکھتی ہے' یعنی ہمارے دیکھنے کی صلاحیت صرف سامنے تک محدود ہے۔ آنکھوں کے سامنے کی طرف پردہ یا کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے تو یہ دیکھنے سے قاصر رہیں گی جبکہ کان اور دل کا معاملہ کسی خاص سمت سے نہیں' آواز کسی بھی سمت سے کان میں آ جائے تو وہ سنائی دے گی۔ اسی طریقے سے ہمارا دل جو روح کا مسکن ہے' یہ بھی کسی سمت کا پابند نہیں' اس کے اندر ہر چہار طرف سے حقائق کا شعور اور ادراک ہو سکتا ہے' یہی وجہ ہے کہ دل اور کان کے لئے ''ختم'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جبکہ آنکھوں کی دیکھنے کی صلاحیت سلب کرنے کے لئے پردہ (غشاوۃ) کا ذکر ہے۔

فرمانِ نبویؐ

چوھدری رحمت اللہ بٹر

ہدایت یافتہ لوگوں کا طریق

عَنِ الْعِرْبَاضِ ابْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ: ((اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

(رواہ احمد' ابو داود)

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ہماری طرف رخ کر کے ہمیں بہت ہی موثر نصیحت فرمائی۔ اس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل دہل گئے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کی: گویا کہ اے اللہ کے رسول! یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے۔ پس ہمیں وصیت کیجئے! اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ''میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں اور بات سننے اور ماننے کی' اگرچہ (تم پر حاکم) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو بھی تم میں سے میرے بعد زندگی گزارے گا تو بہت اختلافات دیکھے گا۔ اس وقت لازم پکڑو میرے طریقے کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو' اس راہ کو مضبوطی سے تھام لو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور بچتے رہو نئے نئے طریقوں سے' کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کا بندوبست اپنے رسولوں پر کتاب نازل کر کے کیا ہے۔ اللہ کے رسول چونکہ اللہ کے بندے تھے اس لئے انہوں نے بحیثیت انسان سب سے پہلے اللہ کی ہدایت پر خود عمل کیا اور پھر باقی انسانوں کو بھی اس ہدایت کو اختیار کرنے کی دعوت دی۔ اس طرح سے انہوں نے پوری انسانیت کے لئے سیدھی راہ کا تعین کر دیا' اور جو بہترین عملی صورت اللہ کے فرمان کی ہو سکتی تھی اسے اختیار کر کے آسانی پیدا کر دی۔ ویسے بھی دستورِ زندگی کے مطابق اس کی قانون سازی انبیاء ورسل کا وہ فریضہ ہے جو انہوں نے ادا کیا اور پھر اس کی پیروی کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت میں فرما دیا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میری راہ کو اختیار کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنا لیں گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دیں گے''۔

اسی لئے آپ ﷺ نے یہ تاکید فرما دی کہ اختلاف کی صورت میں میرا راستہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا راستہ ہی وہ معیار ہو گا جو تمہیں سیدھی راہ پر رکھے گا۔ وگرنہ اگر ہر شخص اپنی مرضی سے راہ اختیار کرنے کی کوشش کرے گا تو کوئی معیار حق نہ ہو گا کہ جس کی بناء پر کسی کو روکا جا سکے اور اتحاد کی صورت بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کا نظام زندگی اس اصول کی بناء پر کتاب وسنت پر مشتمل نافذ العمل رہا ہے اور پوری امت اس پر عمل پیرا رہی ہے۔ یہ تو موجودہ دور کا معاملہ ہے کہ قوت نافذہ موجود نہیں ہے اس لئے ہر کوئی اپنی رائے پر عمل پیرا ہے اور مسلمانوں میں مختلف گروہ پیدا ہو گئے ہیں' وگرنہ دین اللہ اگر نافذ ہو تو سب اس پر عمل پیرا ہونے کے پابند ہوتے ہیں اور ذاتی رائے صرف پرسنل لاء میں اختیار کی جا سکتی ہے' وگرنہ پبلک لاء میں قرآن وسنت کی بالادستی ایک ہی قانون کی صورت میں نافذ ہو کر اللہ کے رسول کے طریقے کے مطابق ہو گی۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جلد 10 شمارہ 17

17 تا 23 مئی 2001ء

(۲۲ تا ۲۸ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
انور کمال میو

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس ' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

زر تعاون (اندرون پاکستان) :

سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زر تعاون (بیرون پاکستان):

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوئے بدرا بہانہ بسیار

گذشتہ ہفتے کے دوران دینی طبقات اور بالخصوص ملک وقوم کا درد رکھنے والے مخلص مسلمانوں کے لئے جو خبر سب سے زیادہ کرب واذیت اور رنج وافسوس کا باعث بنی وہ بینک انٹریسٹ کے خلاف سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ کے فیصلے کے خلاف یو بی ایل کی جانب سے عدالتِ عظمیٰ میں نظر ثانی کی اپیل داخل کرنے سے متعلق ہے۔ یو بی ایل چونکہ حکومتی ادارہ ہے لہٰذا سودی معیشت کو برقرار رکھنے کی خاطر ملک کی اعلیٰ ترین سپریم کورٹ میں مذکورہ بالا اپیل داخل کرنے کا یہ ''شرف'' مشرف حکومت کے حصے میں آیا ہے جس کے نفس ناطقہ ڈاکٹر محمود احمد غازی کم وبیش گزشتہ ایک سال سے وقفے وقفے سے قوم کو یہ نوید جانفزا سناتے نہیں تھکتے تھے کہ جون ۲۰۰۱ء تک یقینی طور پر سود کا خاتمہ کر دیا جائے گا...... تاہم واقفان حال اس امر کا شدید اندیشہ رکھتے تھے کہ بار بار کی یہ یقین دہانی محض طفل تسلی کا درجہ رکھتی ہے اور جون ۲۰۰۱ء کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے حکومت کسی نہ کسی بہانے کوئی ایسا یوٹرن (U-Turn) لے گی کہ سب نیک تمنائیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار!...... گویا سود کے خاتمے کے تاریخی عدالتی فیصلے کے خلاف جو منافقانہ کردار سابق جمہوری حکومتوں نے اختیار کیا اسی کا اعادہ موجودہ فوجی حکومت کے ذریعے ہوا' اور اس طرح یہ بات طے ہو گئی کہ جمہوری حکومت اور فوجی اقتدار میں خواہ لاکھ فرق سہی' سودی نظام کو برقرار رکھنے اور اللہ اور رسول کی ناراضگی مول لے کر ان کے خلاف حالت جنگ کو جاری رکھنے پر دونوں متفق ہیں اور یہ کہنا مشکل ہے کہ اس ملعون سودی نظام کی پاسداری اور اس کے ساتھ وفاداری میں سابقہ جمہوری حکومتوں کو برتری حاصل تھی یا موجودہ فوجی حکمرانوں کا پلہ بھاری ہے!

زیادہ قابل رنج بات یہ ہے کہ ہمارے لئے تو عملی اعتبار سے بھی معیشت کی بحالی واستحکام کا واحد راستہ سود کے مکمل خاتمے کی دہلیز سے ہو کر گزرتا ہے لیکن ہم نے تو گویا تہیہ کر رکھا ہے کہ اس جانب بہر صورت رخ نہیں کرنا۔ ہر سال بجٹ کے اعلان سے پہلے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے اس بات کا رونا رویا جاتا ہے کہ گذشتہ سال کے اہداف پورے نہیں کئے جا سکے' معیشت کی حالت پہلے سے زیادہ دگرگوں ہے اور یہ کہ گذشتہ سالوں میں محض ''ڈنگ ٹپاؤ'' قسم کے بجٹ پیش کئے جاتے رہے جو محض اعداد کا گورکھ دھندا تھے' نہ عوام کو آج تک ریلیف مل سکا اور نہ ہی ملکی معیشت کی بہتری اور استحکام کی جانب پیش رفت ہو سکی جس کا سب سے بڑا سبب بیرونی اور اندرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی کو قرار دیا جاتا ہے' جس کا حجم سال بہ سال بڑھتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اب وہ ہمارے قومی بجٹ کے بڑے حصے کو اژدھے کی طرح نگل جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اقتصادی بزرجمہر ہر سال سر جوڑ کا بیٹھتے ہیں اور نت نئی تجویزیں لے کر آتے ہیں لیکن آج تک کوئی ایک تجویز بھی کارگر نہیں ہو سکی...... یہی نہیں' ہمارے اقتصادی آقا' آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک بھی ہمارے غم میں گھلے جاتے ہیں اور کمال شفقت فرماتے ہوئے ہمیں بڑے قیمتی مشوروں بلکہ...... ''حکمناموں'' سے نوازتے ہیں لیکن ڈھاک کے وہی تین پات!...... بلکہ صورت حال بد سے بدتر!...... اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہم اس سنگین صورت حال اور تلخ ترین تجربات سے کوئی سبق سیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں!! ہماری سادہ لوحی میر تقی میر سے کسی طرح کم نہیں کہ جو اسی عطار کی دکان کی طرف بار بار رجوع کرتے تھے جو ان کی بیماری کا اصل سبب بنا تھا...... حالانکہ ہمارے لئے اس مسئلے کا واضح اور سادہ حل موجود ہے کہ سودی معیشت کا خاتمہ ہماری اخروی حیات کا ہی نہیں دنیوی معاشی بقاء واستحکام کا بھی ضامن ہے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ملکی معیشت کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے جس سفر کا آغاز ہم نے قومی سطح پر آج سے دس برس قبل ۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت کے تاریخی فیصلے کے ذریعے کیا تھا' اور جس کی توثیق آج سے دو سال قبل سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے کر کے ایک درجہ پیش قدمی کا ثبوت فراہم کیا تھا' ہم نے اپنی بداعمالیوں اور منافقانہ طرز عمل کے باعث اس ساری محنت کو خاک میں ملا دیا ہے اور آج ہم پھر کولہو کے بیل کی مانند وہیں کھڑے ہیں جہاں سے دس سال قبل ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔ ہماری دینی جماعتوں کو اگر اب بھی ہوش نہ آیا تو نہ معلوم کب آئے گا!!......

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

تنظیم اسلامی کا آل پاکستان سالانہ اجتماع

جس میں بیرونِ پاکستان سے بھی بڑی تعداد میں رفقاء کی شرکت متوقع ہے' ان شاء اللہ العزیز

6 تا 8 نومبر 2001ء لاہور کے مضافات میں واقع فردوسی فارم (نزد سادھوکے) منعقد ہوگا۔

موجودہ دورِ حکومت میں ڈی اسلامائزیشن کا عمل شروع ہو گیا ہے!

مسجد دار السلام باغِ جناح ٗ لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۱/ مئی ۲۰۰۱ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج مجھے زیادہ تر گفتگو ملکی اور بین الاقوامی حالات کے حوالے سے کرنی ہے۔

سورۃ الحج میں ارشادِ ربانی ہے: ''کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ ظالم تھیں تو پھر دیکھو کہ وہ چھتوں پر الٹی پڑی ہیں اور کتنے کنویں ویران پڑے ہیں اور کتنے محل بے آباد ہو چکے ہیں۔ کیا تم نے زمین پر چل پھر کر ان کا مشاہدہ نہیں کیا۔ پس اگر ان کے دل ہوتے تو ان سے وہ غور و فکر کرتے یا کان ہوتے جن سے سنتے۔ یقیناً کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں'' (آیات ۴۵، ۴۶)

ان آیات میں ترغیب دی گئی ہے کہ انسان کو تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ماضی میں بہت سی قومیں تباہ

> **بھارت کی حالیہ جنگی مشقوں کے تناظر میں**
> **چینی وزیر اعظم کی پاکستان آمد خوش آئند ہے**

ہوتی رہیں جیسے قوم عاد اور قوم ثمود نسیاً منسیاً کر دی گئیں۔ دراصل جب کوئی قوم اس درجہ پستی کو پہنچ جاتی ہے کہ نہ صرف اس قوم سے بلکہ ان کی آئندہ نسلوں سے بھی خیر کی توقع نہ رہے تو پھر اسے عذابِ استیصال کے ذریعے ختم کر دیا جاتا ہے۔

اسی عبرت پذیری کا سبق ایک طویل حدیث میں ملتا ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا'' اس میں تین آخری باتیں یہ ہیں'' میں جب خاموش رہوں تو غور و فکر سے کام لوں۔ میں جب بھی بات کروں تو وہ اللہ کے ذکر پر مشتمل ہو۔ میرا دیکھنا عبرت پذیری کے ساتھ ہو۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے۔

''سعادت مند اور کامیاب انسان وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر سبق حاصل کر لے''

ان احادیث اور آیات کی روشنی میں نظر آ رہا ہے کہ ہم نے ملکی معاملات کو اس جگہ پہنچا دیا ہے جہاں ایک خوفناک تباہی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی رحمت ہماری دستگیری کرے۔ تاہم جس تباہی کی طرف ہم تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ لیکن ہم نے وعدہ خلافی کی اور یہاں اللہ کا دین قائم نہیں کیا۔ اس وعدہ خلافی کی پاداش میں عذاب کا پہلا کوڑا مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں ہماری پیٹھ پر برسا لیکن ہم اس پر بھی نہ سنبھلے تو دوسری سزا یہ ملی کہ آپس کی منافقت ہم پر مسلط کر دی گئی۔ آج ہمارے ملک میں حکومتی منصب اور مقام کے لحاظ سے جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا بڑا جھوٹا اور خائن ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ اسلامائزیشن کا عمل جو اس سے قبل چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا لیکن موجودہ دورِ حکومت میں نہ صرف یہ عمل رک گیا بلکہ واپسی کا سفر شروع کر دیا گیا ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن کے بچے کھچے اثرات اور نشانات کو بڑی ذہانت کے ساتھ اور منظم انداز میں کھرچ کر ختم کیا جا رہا ہے۔ آج میں ان میں سے چند اقدامات پر گفتگو کروں گا جو موجودہ حکومت کی ڈی اسلامائزیشن کی پالیسی کا حصہ ہیں۔

(۱) انسدادِ سود کے عدالتی فیصلہ کے خلاف اپیل

ان اسلام دشمن اقدامات میں ایک انسدادِ سود کا معاملہ ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے آج سے دس سال قبل بنک انٹرسٹ کو ربا قرار دیا تھا۔ لیکن ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے کندھوں پر سوار ہو کر تختِ حکومت تک رسائی کرنے والے میاں نواز شریف نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور اس معاملے کو کم و بیش آٹھ سال کے لئے سرد خانے کے سپرد کر دیا۔ تاہم دو سال قبل سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے بھی یہی فیصلہ دیا کہ یہ سود ہے لہٰذا اس نظام کو ختم کیا جائے اور جون ۲۰۰۱ء تک نیا نظام رائج کیا جائے۔ لیکن موجودہ حکومت نے جون تک سود کے خاتمے کی بار بار یقین دہانیوں کے باوجود اب پھر اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر

> **معاشرے سے بے دینی کے سیلاب**
> **کو روکنے کے لئے ایک پر امن مگر**
> **زوردار احتجاجی تحریک کی ضرورت ہے**

دی ہے۔ حالانکہ ہمارے پاس بیرونی سود سے جان چھڑانے کا یہ سنہری موقع تھا۔ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کو بنیاد بنا کر بیرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی سے یکطرفہ طور پر اسی طرح انکار کر سکتے تھے جیسے امریکہ نے ایف ۱۶ طیاروں کا سودا ہو جانے اور رقم وصول کر لینے کے بعد یکطرفہ طور پر اس سودے کو یہ کہہ کر منسوخ کر دیا کہ پریسلر ترمیم کی منظوری کے بعد امریکہ اپنے سابقہ معاہدے کا پابند نہیں رہا۔

(۲) نصابِ تعلیم سے قرآنی آیات کا اخراج

اس سے بھی خطرناک معاملہ یہ ہے کہ اب تک ہمارے نصابِ تعلیم میں کچھ نہ کچھ دینی تعلیم کا اہتمام تھا۔ اور اس معاملے میں بتدریج ترقی ہو رہی تھی لیکن موجودہ حکومت نے میٹرک کے نصاب سے قرآنی آیات آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی ہدایت پر خارج کر دی ہیں کیونکہ ان آیات میں اہلِ کتاب کو سرزنش کی گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ عربی زبان کو دینی زبان کے بجائے محض ایک غیر ملکی زبان کے طور پر پڑھایا جائے گا۔ حکومت کے یہ دونوں اقدامات بھی اسلام بیزاری اور

> **انتخابات میں خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی یہود**
> **کے سوشل انجینئرنگ پروگرام ہی کا حصہ ہے**

اتاترک کے نقشِ قدم پر چلنے کا مظہر ہیں۔

(۳) انتخابات میں خواتین کی نمائندگی

بلدیاتی انتخابات میں خواتین کو ۳۳ فیصد نمائندگی دینے کا معاملہ جو یہاں اختیار کیا جا رہا ہے دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ البتہ بنگلہ دیش میں بھی خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کا قانون بنایا جا رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اغیار کی سوچی سمجھی سکیم ہے جسے اسلام پسند ممالک میں نافذ کرایا جا رہا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بھارت میں ایسا کیوں نہیں کروایا جا رہا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ بھارت بھی بے حیائی اور عریانی کے فروغ میں مغرب کا پیروکار ہے۔ جبکہ بنگلہ دیش اور پاکستان میں ابھی کچھ شرم و حیا باقی ہے۔ یہاں خاندانی نظام کی دیواریں اگرچہ بوسیدہ ہو گئی ہیں لیکن اپنی بنیادوں پر قائم ہیں۔ ان اقدار کو ختم کرنے کے لئے یہ

داؤ آزمایا جا رہا ہے۔ دراصل خواتین کی نمائندگی کا ہتھکنڈہ قاہرہ کانفرنس‘ بیجنگ کانفرنس اور بیجنگ پلس فائیو کانفرنس کے سوشل انجینئرنگ پروگرام ہی کا حصہ ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ جماعت اسلامی سمیت متعدد دینی جماعتوں نے اس الیکشن میں ڈٹ کر حصہ لیا ہے اور اس اقدام کے خلاف احتجاج کرنے کی بجائے بغلیں بجائی جا رہی ہیں کہ ہمارے اتنے ناظم منتخب ہو گئے ہیں۔ نمایاں دینی سیاسی جماعتوں میں جمعیت علمائے اسلام نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہے جو قابل ستائش ہے۔

تحریک نفاذ شریعت‘ مالاکنڈ کا دھرنا

صوفی محمد کی تحریک نفاذ شریعت‘ مالاکنڈ نے اپنا ۱۵ روزہ دھرنا ختم کر دیا ہے۔ پندرہ دن تک دھرنے کو جاری رکھنا واقعتا بہت بڑی کامیابی ہے۔ دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان کا یہ مظاہرہ بہت منظم اور پرامن تھا۔ تاہم میرے نزدیک انہیں اپنا دھرنا اس طرح ختم نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ جیل بھرو تحریک چلانی چاہئے تھی۔ اسی طرح انہیں چاہئے تھا کہ اس مظاہرے سے پہلے ملک کی دوسری دینی جماعتوں سے مشورہ کرتے اور انہیں بھی اس کام کے لئے آمادہ کرتے جس کے باعث لوگوں میں بھی شعور پیدا ہوتا اور ان کا دھرنا یوں ناکامی سے دوچار نہ ہوتا۔

ان معاملات کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس خوفناک صورت حال میں دینی جماعتیں اور مذہبی عناصر صرف ڈھیلے ڈھالے احتجاجی بیانات دینے پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک پرامن لیکن زوردار احتجاجی تحریک کے ذریعے بے دینی کے اس سیلاب کو روکا جائے۔ اگر حکومت کو اس راستے سے نہ روکا گیا تو مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں عذاب ہمارا مقدر بن سکتا ہے۔ بقول عمران خان اگر حکومت نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ساتھ وفاداری بشرط استواری کی روش جاری رکھی تو پھر پاکستان میں صرف خونیں انقلاب کا راستہ باقی رہ جائے گا۔

چند عالمی سطح کے علاقائی واقعات

عالمی سطح کے چند علاقائی واقعات سے جن میں چین امریکہ تنازعہ سرفہرست ہے‘ جہاں پاکستان کے لئے حالات میں کچھ بہتری کی صورت پیدا ہوئی ہے وہاں پاکستان کی سرحدوں کے بالکل نزدیک بھارت کی حالیہ جنگی مشقیں خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں‘ تاہم اس موقع پر چینی وزیراعظم کی پاکستان آمد انتہائی خوش آئند ہے کیونکہ امریکہ سے حالیہ کشیدگی کے پیش نظر چین ہم سے خود بہتر تعلقات کا خواہاں ہے لہٰذا ہمیں اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اور چین سے اپنے تعلقات مزید مضبوط کرنا چاہئے۔ اس ضمن

(باقی صفحہ 12 پر)

امریکہ چین کشمکش اور پاکستان...(3)

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

گزشتہ ہفتے پاکستان کی فضائیں ''پاک چین دوستی واژن توئے'' کے فلک شگاف نعروں سے گونجتی رہیں۔ ہم نے گزشتہ کالم کا اختتام ان الفاظ پر کیا تھا کہ امریکہ کی جارحانہ خارجہ پالیسی کا چین کیا توڑ کر رہا ہے اور پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کن بنیادوں پر استوار کر رہا ہے‘ اس پر کچھ عرض کیا جائے گا لیکن اس سے پہلے ہم قارئین ندائے خلافت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی کا کارنرسٹون خود ایک امریکی سفارت کار کی نظر میں کیا ہے۔ بکس ایک سنیئر امریکی سفارت کار ہے۔ اس نے لاہور میں منعقدہ ایک تقریب میں بغیر لگی لپٹی رکھے واشگاف الفاظ میں کہا ''امریکہ کی خارجہ پالیسی کسی اصول کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنے مفاد کے تابع ہوتی ہے۔ جب تک پاکستان سے دوستی میں امریکہ کا مفاد وابستہ تھا اس

ابو الحسن

وقت تک اس کے پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رہے‘ اب جبکہ چین امریکہ کا دشمن بن کر ابھر رہا ہے تو امریکہ پاک چین دوستی کو کیسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔ دشمن کا دشمن چونکہ دوست ہوتا ہے لہٰذا اب ہمارا دوست بھارت ہے''۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بکس نے مفاد پرستانہ پالیسی اپنانے کا ذکر کسی معذرت خواہانہ انداز یا ندامت سے نہیں کیا۔ یعنی امریکیوں کے نزدیک قومی مفاد کا حصول اصل الاصول ہے۔ ہم اس میں اسی قدر اضافہ کرنا چاہیں گے کہ امریکہ جمہوریت کو اپنے ایمان کا جزو قرار دیتا ہے لیکن جہاں کہیں جمہوریت اس کے مفاد کے حصول میں آڑے آتی ہے تو وہ فوجی جرنیلوں‘ آمروں اور بادشاہوں کے ذریعہ جمہوریت کش کردار ادا کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتا۔

اس کے مقابلے میں چین کی خارجہ پالیسی بعض پختہ اصولوں پر قائم ہے۔ پچاس کے عشرے میں جب پاکستان سیٹو‘ سینٹو جیسے کمیونسٹ دشمن معاہدوں میں شریک ہوا اور پاکستان میں بعض مقامات پر امریکی فوجی اڈے قائم ہو گئے تو یہ وہ وقت تھا جب پنڈت نہرو صدر ناصر اور مارشل ٹیٹو کے ساتھ مل کر غیر جانبدار عالمی تحریک میں مرکزی کردار ادا کر رہے تھے۔ اس وقت چین نے بھارت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور سارا علاقہ ''ہندی چینی بھائی بھائی'' کے نعروں سے گونج اٹھا لیکن لالچی بنیئے نے دوہرا فائدہ حاصل کرنے کے لئے مخلص اور دوست نواز چینیوں کو کھلا دھوکا دیا۔ بھارت چاہتا تھا کہ چین کا کچھ سرحدی علاقہ بھی ہڑپ کر لیا جائے اور اسی آڑ میں امریکہ کو بلیک میل کر کے بھارت میں امریکی اسلحہ کا انبار لگا لیا جائے۔ چین نے بھارت کی اس بے وفائی کا دندان شکن جواب دیا اور اس کے بعد بھارت پر کبھی اعتماد نہیں کیا۔ یہی وہ سنہری موقعہ تھا جب پاکستان کو کشمیر میں واک اوور مل سکتا تھا اور چین نے پاکستان کو اس کا اشارہ بھی دیا تھا لیکن صدر ایوب نے امریکہ کی جھوٹی اور منافقانہ گارنٹی پر یقین کر کے اس موقع کو کھو دیا۔ چین خارجہ پالیسی کے معاملے میں عدم مداخلت

> حکومت پاکستان ایسا دفاعی اتحاد قائم کرنے کی کوشش کرے جس سے امریکی عزائم خاک میں مل جائیں

اور ایفائے عہد پر سختی سے کاربند رہتا ہے۔ وہ دوست ملک کو مخلصانہ مشورہ تو دیتا ہے لیکن دباؤ ڈالنے پر یقین نہیں رکھتا۔ اس کی پچاس سالہ تاریخ سے ایسی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ چین کے لیڈر جذباتی کیفیت میں مبتلا ہو کر فیصلے نہیں کرتے بلکہ حکمت اور تدبر سے کام لیتے ہیں۔ قارئین ندائے خلافت کو یاد ہوگا کہ ۱۹۷۱ء میں جب مشرقی پاکستان میں حالات انتہائی خراب ہو گئے تھے تو چین نے سیاسی حل تلاش کرنے کا مخلصانہ مشورہ دیا تھا جس کے جواب میں یحییٰ خان نے ٹیلیفون پر چوں این لائی کو یہ احمقانہ فقرہ کہا تھا ''I thought you were friend'' جس پر چین نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ چین نے پاکستان کے بعض احسانات کو ہمیشہ تسلیم کیا اور بآواز بلند ذکر بھی کیا۔ چین کو فضائی راستہ دینا اور امریکہ سے رابطہ کروانا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امریکہ کے بارے میں بھی چین کا رویہ ہمیشہ متوازن رہا ہے۔ جب کبھی امریکہ نے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا‘ چین نے اسے آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا اور جب کبھی امریکہ نے رعونت اختیار کی تو چین نے جھکنے سے

انکار کیا اور قومی حمیت کا بھرپور اور باوقار مظاہرہ کیا۔ کلنٹن نے تجارتی مراعات کا سنہرا جال ڈالا تب بھی چینیوں نے بڑے پرحکمت طریقے سے فائدہ اٹھایا' لیکن امریکیوں کی مکاری اور عیاری سے ہمیشہ چوکس رہے۔ امریکہ جو جنوبی ایشیا کے بعض ممالک خصوصاً بھارت کے ذریعے چین کا محاصرہ کرنا چاہتا ہے' چین اس کی تیاری بھی بڑی خاموشی اور دانشمندی سے کر رہا ہے۔ اس نے روس سے اپنے تعلقات کو بہتر بنالیا ہے۔ روس کے صدر پیوٹن اس سال دو مرتبہ چین کا دورہ کر رہے ہیں۔ شنگھائی فائیو نامی ایک تنظیم قائم کی ہے جس میں چین اور روس کے علاوہ علاقے کے تین دوسرے ممالک شامل ہیں۔ پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مستحکم بنایا ہے۔ برما' نیپال اور بنگلہ دیش سے اپنے تعلقات بہتر بنائے ہیں۔ وہ اپنے محاصرے کی امریکی کوششوں کو ناکام بنانے کی بھرپور جدوجہد کر رہا ہے لیکن کسی قسم کی بڑھک بازی سے کام نہیں لے رہا۔ وہ اپنی عسکری قوت کو ہر سطح اور ہر لحاظ سے بڑھا رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی معاشی اور اقتصادی ترقی متاثر نہیں ہو رہی۔

چین دوسرے ممالک کی مدد بھی اس انداز سے کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ چینی وزیراعظم کے حالیہ دورۂ پاکستان کے دوران دونوں ممالک کے درمیان سات ایسے معاہدے طے پائے ہیں کہ اگر ان پر صحیح طور پر عمل درآمد ہو گیا تو پاکستان اقتصادی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ پاک چین دوستی محض سرکاری سطح پر قائم نہیں ہے بلکہ دونوں ممالک کے عوام بھی ایک دوسرے سے گہری محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر چین دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی پر قائم رہا اور علاقے کے دوسرے ممالک سے دوستی کا یہ عوامی انداز جاری رہا تو امریکہ کے لئے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ وہ انتہائی طاقتور اور باوسائل ہونے کے باوجود چین کا محاصرہ کر سکے اور چین کی بڑھتی ہوئی قوت کو روک سکے۔

اگلا سوال یہ ہے کہ پاکستان اپنی نئی خارجہ پالیسی کن بنیادوں پر استوار کر رہا ہے؟ اکثر یہ کہا جاتا ہے اور بالکل درست کہا جاتا ہے' کہ ایک مقروض ملک کیسے آزاد خارجہ پالیسی تشکیل دے سکتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان نہ صرف ایک مقروض بلکہ صحیح تر الفاظ میں ایک ایسا ملک ہے جو تکنیکی طور پر ڈیفالٹ کر چکا ہے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت تسلیم کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے بعد جنرل مشرف دوسرے ایسے حکمران ہیں جو امریکی تسلط سے آزاد ایک خارجہ پالیسی تشکیل دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کوئی فرد یا قوم دیوار کے ساتھ لگ جاتی ہے تو وہ مرنے یا مارنے پر تل جاتی ہے۔ موجودہ حکومت نے تائیوان کو جدید امریکی اسلحہ دینے کو چین کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا' شنگھائی فائیو تنظیم میں شمولیت کی درخواست دی ہے' امریکہ کے نئے میزائل ڈیفنس سسٹم کی مذمت کی ہے' امریکی وزیر کے پاکستان کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر شدید احتجاج کیا ہے۔ یہ سب کچھ امریکہ کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن جنرل مشرف کی موجودہ حکومت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان تمام ممالک کا دورہ کیا ہے جو امریکہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات نہیں رکھتے۔ ان میں لیبیا' شام' ویت نام' برما اور چین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ یہ کہا جا رہا ہے کہ چین کے علاوہ باقی ممالک کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور ان کا اثر و رسوخ اور قدر بالکل زیرو ہے اور یہ محض اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کے مترادف ہے لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے اور یہ روابط وقت آنے پر بڑے موثر ثابت ہوں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بھارت کے قریبی دوست شیخ مجیب کی بیٹی کے بنگلہ دیش کی وزیراعظم ہوتے ہوئے پاکستان کی فوجی حکومت نے بنگلہ دیش کی افواج سے اپنے تعلقات اتنے گہرے اور مضبوط کر لئے کہ بنگلہ دیش کی افواج خلیج بنگال

> **چین سے ہونے والے معاہدوں پر صحیح طور پر عمل ہوا تو پاکستان اقتصادی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔**

میں پاکستان کی بحریہ کے ساتھ مشترکہ بحری مشقیں کرنے پر رضامند ہو گئیں۔ پھر پاکستان کا یہ بحری بیڑہ اس وقت برما پہنچا جب جنرل مشرف برما کا دورہ کر رہے تھے۔ یاد رہے کہ برما کی سرحدیں بھارت اور چین دونوں سے ملتی ہیں اور چند روز پہلے چین کی افواج کے سربراہ یافون برما کا دورہ کر چکے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ کچھ وقت لگے گا لیکن چین' پاکستان' بنگلہ دیش اور برما ایک غیر اعلانیہ بحری دفاعی اتحاد قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور یہ امریکہ' بھارت کی ان کوششوں کا جواب ہو گا جو وہ چین کا محاصرہ کرنے اور پاکستان کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ یہاں ہم قارئین ندائے خلافت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ پاکستان کو ختم کرنے کی بھارتی کوششیں کبھی راز نہ تھیں لیکن اس وقت بھارت میں انتہائی متعصب ذہنیت کے حامل لوگ برسراقتدار ہیں اور انہیں اندرون ملک بے تحاشہ مسائل کا سامنا ہے۔ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد اپنے عروج پر ہے' پھر یہ کہ دنیا کی سپریم پاور امریکہ اس کی پشت پر ہے لہٰذا بھارت بھنا کر کوئی مہم جوئی کر سکتا ہے۔

پاکستان کو چاہئے کہ وہ علاقے کے ممالک کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا جائے اور ایسے انداز میں کرتا چلا جائے کہ امریکہ خواہ مخواہ مشتعل نہ ہو۔ بعض تجزیہ نگار ان شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے ہیں کہ جنرل مشرف اینٹی امریکہ ممالک اور چین کے ساتھ تعلقات اس لئے مضبوط کر رہے ہیں تاکہ امریکہ کو بلیک میل کر کے پھر اس سے اپنے ذاتی اقتدار کا تحفظ حاصل کیا جائے اور اس کے بدلے میں ایک بار پھر پاکستان کو امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا جائے۔ ان حضرات کا یہ شک کرنا کوئی ایسا غلط بھی نہیں ہے کیونکہ ہمارے ماضی کے حکمرانوں نے ایسے کھیل یقیناً کھیلے تھے لیکن ہم جنرل مشرف سے ایسی توقع ہرگز نہیں کرتے البتہ یہ واضح کر دینا اپنا قومی بلکہ دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ ایسی ہولناک غلطی کی اب قطعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں یہ حقیقت ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ امریکہ کئی مرتبہ یہ واضح کر چکا ہے کہ پاکستان کی اصل اہمیت جنوبی ایشیا کی وجہ سے نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ کی وجہ سے ہے اور مشرق وسطیٰ میں جھگڑے کی اصل بنیاد مذہب ہے یعنی وہاں یہودیوں اور مسلمانوں کا تنازع ہے۔ پاکستان عربوں کا فطری حلیف ہے جبکہ امریکہ اسرائیل کے دفاع کو امریکہ کا دفاع کہتا ہے اور جب تک عرب کی زمینیں سیال سونا اگلتی رہیں گی امریکہ اسرائیل کے دفاع کو امریکہ کا دفاع قرار دیتا رہے گا۔ لہٰذا پاکستان خود کو جنوبی ایشیا میں امریکہ کا کتنا ہی بڑا اتحادی ثابت کرنے کی کوشش کیوں نہ کرے' امریکہ مشرق وسطیٰ کی مجبوری کی وجہ سے پاکستان سے کبھی وفا نہیں کر سکے گا۔ علاوہ ازیں مستقبل میں مسلم تہذیب سے ٹکراؤ کا تصور بھی امریکہ کو پاکستان سے کسی حقیقی اور پائیدار دوستی کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ہمارے حکمرانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ امریکہ کسی عارضی فائدے کے حصول کے لئے تو ہم سے دو چار دن کی دوستی کر سکتا ہے لیکن ہمارا حقیقی اور مستقل خیر خواہ کبھی نہیں بن سکتا۔ آخر میں ہم حکومت پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ علاقے میں امریکہ مخالف ممالک سے دوستی کو بڑی احتیاط اور حکمت سے مضبوط کرتے چلے جائیں اور ایک ایسا دفاعی اتحاد قائم کرنے کی طرف پیش رفت کریں جس سے علاقے میں امریکی عزائم خاک میں مل جائیں۔

★★

خواتین کی نمائندگی
سیاسی میدان تک محدود کیوں؟

مرزا ندیم بیگ

پاکستان کی ہمیشہ سے یہ بدقسمتی رہی ہے کہ اس ملک میں جو بھی حکمران آئے ان میں اکثریت کا تعلق دین سے نہ ہونے کے برابر تھا اور جو دین دار بھی تھے تو صرف نماز روزہ کی حد تک۔ موجودہ حکمران کا دین سے تعلق کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی کتوں کے ساتھ تصویر بنوا کر اور اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دے کر اپنی ذہنیت لوگوں کے سامنے رکھ دی اور اسی ذہنیت کی غمازی ہے میٹرک کے نصاب سے قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم اور عربی زبان کو غیر ملکی زبان قرار دے کر خارج کرنا' میڈیا بالخصوص الیکٹرانک میڈیا جو درحقیقت حکومتی پنجوں کے تسلط میں رہتا ہے کے ذریعے فحاشی اور عریانی کو عام کرنا اور بلدیاتی نظام میں خواتین کو ۳۳ فیصد نمائندگی دینا۔

> **بلدیاتی انتخابات کے صرف دو مرحلوں میں**
> **۱۲۷۰۰ خواتین کونسلر منتخب ہوئی ہیں**

درج بالا اقدامات پر حکومت نے دینی و سیاسی جماعتوں کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خاندانی نظام کی تباہی پر ایک اور تیشہ مارا اور وہ یہ ہے کہ حکومت نے قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ میں خواتین کے لئے نشستیں مخصوص کرنے کا فیصلہ کیا ہے' جس کے تحت پارلیمنٹ میں خواتین کی نمائندگی ۳۳ فیصد کر دی جائے گی۔ قومی اسمبلی کے ۲۰۷ کے ایوان میں ۱۰۳ خواتین نشستوں کا اضافہ کر کے ارکان کی تعداد کو ۳۱۰ تک بڑھا دیا جائے گا جبکہ سینٹ کے موجودہ ۸۷ ارکان کے ایوان میں خواتین کی ۲۳ نشستوں کا اضافہ کر کے اسے ۱۱۰ ارکان پر مشتمل ادارہ بنا دیا جائے گا۔ اسی طرح صوبائی اسمبلیوں میں بھی خواتین کی نشستیں مخصوص کی جائیں گی اور اس کے علاوہ انتخابی قوانین میں ترمیم کے ذریعے صرف انہی جماعتوں کو الیکشن لڑنے کی اجازت دی جائے گی جو مجموعی نشستوں کے لئے خواتین امیدواروں کو کم از کم ۳۰ فیصد ٹکٹ جاری کریں گی۔

حکومت خواتین کی بلدیاتی نظام اور قومی اسمبلی' سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کو ملکی ترقی کے لئے اہم قرار دے رہی ہے اور اس کے لئے دلیل دی جا رہی ہے کہ جب تک خواتین کو سیاسی عمل میں شریک نہیں کیا جائے گا اس وقت ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوگا۔

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں کہیں پر بھی سیاسی میدان میں خواتین کو اتنی بڑی نمائندگی نہیں دی گئی اور اس کے باوجود وہ ملک ترقی یافتہ ہیں بلکہ اس کے لئے امریکہ کی مثال ہے کہ وہاں خواتین کے لئے مخصوص نشستیں نہ ہونے کے برابر ہیں اور اس ملک کی سربراہ خاتون نہیں بن سکتی ہے۔ جبکہ ہمارے ملک میں دو دفعہ خاتون وزیراعظم بنی مگر ترقی کا عمل کہیں نظر نہیں آیا۔ پاکستان میں عابدہ حسین متعدد مرتبہ رکن اسمبلی بنیں' اس سے قبل وہ جھنگ ڈسٹرکٹ کونسل کی چیئرپرسن رہیں تو کیا انہوں نے اپنے حلقہ انتخاب کو ماڈل بنا دیا؟ کیا وہاں کی خواتین زیادہ پڑھی لکھی ہو گئیں؟ کیا وہاں پر خواتین پر ظلم و ستم بند ہو گیا؟ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حالت جوں کی توں ہے۔

اگر خواتین کی سیاسی میدان میں شرکت ملکی ترقی کی ضامن ہے تو پھر یہ ترقی سیاسی میدان تک ہی کیوں محدود رہے۔ اس کا دائرہ کار بڑھا کر فوج تک لایا جائے اور ملکی دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے فوج میں خواتین کی نمائندگی کو کم از کم ۵۰ فیصد تک کیا جائے۔ معاشرے سے جرائم کے خاتمے کے لئے پولیس میں ان کی شمولیت کو سو فیصد یقینی بنایا جائے اور اسی طرح ملکی سطح پر طے کیا جائے کہ صدر یا وزیراعظم میں سے ایک خاتون ضرور ہو۔ اسی طرح ہر مرتبہ آرمی چیف مرد کیوں ہو' اس میں طے کیا جائے کہ آرمی چیف ایک ٹرم مرد اور دوسری ٹرم خاتون ہو بلکہ اگر مستقل خاتون ہی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح عدالتی نظام میں انصاف کی فراہمی کے عمل کو تیز کرنے کے لئے خواتین ججز کا تقرر کیا جائے' صنعتی ترقی کے لئے بھی فیکٹریوں میں خواتین کو مزدور رکھا جائے کیونکہ مرد مزدور ہڈحرامی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کے لئے پہلے سٹیل مل میں تجربہ کیا جائے اور اسی طرح تمام شعبوں میں یہی عمل دہرایا جائے تاکہ ملک ترقی کرے اور بھوک' افلاس' ننگ اور ظلم کا خاتمہ ہو۔

موجودہ حکومت کا ایجنڈا بلاشک و شبہ این جی اوز کا ایجنڈا ہے جو خواتین کو شمع محفل بنانا چاہتے ہیں اور اس کے ذریعے سے وہ ہماری معاشرتی اقدار کو تباہ کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ انہیں بھی معلوم ہے کہ بقول شاعر

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

اس موقع پر دینی سیاسی جماعتوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور معاشرے کی اکائی خاندانی نظام کے تحفظ کے لئے میدان میں آنا چاہئے اور اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہئے کہ ایک جانب وہ بلدیاتی نظام میں خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کی مخالفت کر رہی ہیں اور دوسری جانب اپنی خواتین امیدواروں کو بھی میدان میں لا رہی ہیں۔ اگر اس موقع پر غفلت ہو گئی تو یہ پاکستانی قوم کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوگا کیونکہ بلدیاتی انتخابات کے صرف دو مرحلوں میں ۱۲۷۰۰ خواتین کونسلرز منتخب ہو کر آ گئی ہیں اور ابھی اس کے کئی مراحل باقی ہیں۔ اور اگر اس موقع پر غفلت برتی گئی تو ہمارا معاشرہ بھی مغربی معاشروں جیسا ہو جائے گا کہ جہاں پر خواتین کی حیثیت ایک شوپیس سے زیادہ نہیں ہے اور نوجوان نسل کو اپنے والد کے بارے میں معلوم نہیں ہے' جہاں پر شادی کا بندھن وبال جان سمجھا جاتا ہے اور مادر پدر آزادی کو راحت جاں تصور کیا جاتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا وقت ہمارے معاشرے پر بھی آئے۔

رفقاء توجہ فرمائیں

(۱) وہ رفقاء اپنے نام اور وقت کے بارے میں مطلع کریں جو یکم تا ۱۵ جون' ماہ اگست' ستمبر یا یکم تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء کے عرصہ کے دوران تنظیم کے توسیعی دعوتی پروگرام کے لئے ایک ہفتہ فارغ کر کے مرکزی ناظم دعوت کے ساتھ مختلف مقامات پر دعوتی کام کر سکیں۔

(۲) تنظیم کے شعبہ دعوت و تربیت کے لئے ایک باصلاحیت رفیق تنظیم کی خدمات درکار ہیں جو بطور نائب ناظم دعوت و تربیت کام سرانجام دے سکے۔

المعلن: چوہدری رحمت اللہ بٹر' مرکزی ناظم دعوت و تربیت

بلدیاتی انتخابات میں خواتین کی نمائندگی

منزل ہے کہاں تیری؟

محمد آصف احسان عبدالباقی

ماہِ رواں کے آخری ایام میں حکومت کے اعلان کے مطابق بحالیٔ جمہوریت کے لئے بلدیاتی انتخابات منعقد ہو رہے ہیں جن کے انعقاد کو جمہوری نظام کی جانب مثبت پیش رفت کے لئے ایک اہم قدم کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔ وطن عزیز میں ''بعد از خرابیٔ بسیار'' جمہوریت کی بحالی تو ایک خوش آئند امر ہے لیکن بلدیاتی الیکشن کے مجوزہ طریقۂ کار نے ایک معاملے میں تشویش ناک حد تک فکر انگیز صورت حال پیدا کر دی ہے اور وہ ان انتخابات میں عورتوں کی ایک تہائی نمائندگی کے متعلق ہے جس کے مطابق بلدیاتی انتخابات کے کل امیدواروں کا ۳۳ فیصد حصہ عورتوں پر مشتمل ہوگا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی سالمیت و بقاء سے متعلق اس پہلو کا اخلاقی و دینی لحاظ سے بغور جائزہ لیا جائے تاکہ ملک دشمن اور اباحیت پسند عناصر کی حوصلہ شکنی ہو۔

عصر حاضر کے بعض تعلیم یافتہ ''جہلاء'' عورت کی اخلاقی حدود و قیود سے آزادی (Emancipation) پر مشتمل جس گمراہ کن تحریک کی پشت پناہی کر رہے ہیں اس کا بنیادی مقصد صنف نازک کو گھریلو زندگی کی محفوظ اور پرسکون فضاء سے نکال کر مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کے درمیان ''زیب مجلس'' کے طور پر پیش کرنا ہے۔ اس کی خلاف فطرت اور کراہت زدہ تائید و توثیق کے لئے ابلیس کے حواری اور شیطان کے پجاری ہر جانب سے کوشاں اور مصروف کار ہیں تاکہ نسل انسانی کے متوازن اور صاف ستھرے ارتقاء میں رکاوٹ کھڑی کر کے انسانی معاشرہ میں عورت کے تقدس کو حقیقی معانی میں پائمال کیا جائے اور خاندانی نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر ازدواجی نظام کے پاکیزہ تصور کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ چونکہ ''آزادیٔ نسواں'' کی اس تحریک کے گوناگوں مفاسد کا بیان ہمارے زیر نظر مضمون سے مطابقت نہیں رکھتا اس لئے اس پر بحث ہم اللہ کی توفیق سے کسی اور مقام پر کریں گے لیکن جب ہم اس تحریک کے بنیادی مقاصد کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کا اصل مقصد معاشرے میں عریانی و فحاشی کو پھیلا کر غیرت و حمیت کے جذبات کو ختم کرنا ہے۔ اس کے لئے نت نئے انداز اختیار کئے جا رہے ہیں جن میں مختلف این جی اوز کی کوششوں کے علاوہ ڈش، کیبل نیٹ ورک اور انٹرنیٹ وغیرہ انتہائی مکروہ اور شرم ناک کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسی نجس زنجیر کی ایک کڑی بلدیاتی انتخابات میں عورتوں کی ۳۳ فیصد نمائندگی ہے، جس کا بنیادی مقصد بھی عورتوں کی دادرسی اور شنوائی کے بجائے پاکستان میں بے حیائی کا پھیلاؤ ہے۔ مقام حیرت ہے کہ پوری دنیا میں تو درکنار شاید یورپ و امریکہ جو ''آزادیٔ نسواں'' کا انتہائی شد و مد سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں، میں بھی عورتوں کو انتخابات میں اس قدر نمائندگی کا حق حاصل نہیں جتنا ہماری حکومت نے اپنی بے مثال فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں دیا ہے۔ مقام غور و فکر ہے کہ جب ایک عورت امیدوار اپنی انتخابی مہم کے دوران گلی کوچوں میں سڑکیں ناپے گی، جب اس کی تصویر انتخابی ہینڈ بل پر شائع ہوگی اور پھر جب منتخب ہو جانے کے بعد چاہے مسائل کے حل ہی کے لئے، اس کے غیر مردوں سے میل جول کی صورت میں جو عظیم مفاسد جنم لیں گے ان کے بیان و تذکرے سے ہماری زبان گنگ اور قلم عاجز ہے۔

کیا اسلام ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ جب کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار زیب و زینت کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔'' (الاحزاب: ۳۳)

اگر عورتوں کے مسائل تسلی بخش طور پر حل کرنے اور ان کی مناسب نمائندگی کرنے ہی کا مسئلہ ہے تو اس سے کس کو انکار ہے کہ ان کو مناسب نمائندگی کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ لیکن یہ کیا طریقہ ہوا کہ ایک تہائی تعداد عورتوں ہی کے لئے مخصوص کر دی جائی، اس امر کے باوجود کہ اسلام میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے۔ انتخابات میں اس نمائندگی کی شرح ۵ فیصد تک یا زیادہ سے زیادہ دس فیصد تک ہو سکتی ہے لیکن اس سے زیادہ تو کسی بھی لحاظ سے قرین انصاف نہیں۔

موجودہ حکومت کے ملحدانہ نظریات اور اسلام دشمنی پر مبنی جذبات کا اظہار تو خود اس کی زبان سے ہو چکا ہے اس لئے عورتوں کی ۳۳ فیصد نمائندگی کا فیصلہ موجودہ گورنمنٹ کے ماتحت کچھ زیادہ عجیب محسوس نہیں ہوتا کیونکہ اس کے تو مقاصد خبیثہ میں پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانا ہے لیکن افسوس ناک حالت اور الم انگیز کیفیت تو ان دینی و مذہبی جماعتوں کی ہے جو دین اسلام کے احکام سے متصادم ان انتخابات میں بہانگ دہل حصہ لے کر دینی غیرت و حمیت کے منافی اس کام کی پس پردہ تائید کر رہی ہیں بلکہ ان میں سے اکثر جماعتوں کی رکن عورتیں تو ان انتخابات میں بطور امیدوار کھڑی بھی ہو چکی ہیں۔ حالانکہ جب پابند اسلام طبقہ باطل کے ساتھ محاذ آرائی کے بجائے ان کے ساتھ شرکت اختیار کرتا ہے تو اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دین دار لوگوں کو قابل اتباع سمجھنے کی بناء پر ان معاملات میں بے دین لوگ اپنی سرکشی اور نافرمانی میں اور بڑھ جاتے ہیں جس کے لئے ان کے پاس پہلی اور آخری دلیل یہی ہوتی ہے کہ ''مولوی بھی تو یہی کام کرتا ہے''۔

جماعت اسلامی کا اس لحاظ سے بالخصوص کہ یہ پاکستان کی منظم ترین دینی جماعت ہے، بلدیاتی انتخابات میں شمولیت کے متعلق نقطۂ نگاہ محل نظر ہے۔

ان انتخابات میں عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی نمائندگی کی بناء پر ضرورت اس امر کی ہے کہ بلدیاتی الیکشن کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے یا کم از کم جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کی رکن عورتوں کے لئے ان انتخابات میں کھڑا ہونا ممنوع قرار دیا جائے تاکہ حق و باطل کے علمبرداروں میں فرق تو کیا جا سکے۔ وگرنہ ''آزادیٔ نسواں'' کے جس بدترین نعرے کی صدائے بازگشت آج ارباب بست و کشاد کے ذہنوں میں گردش کر رہی ہے، اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان دینی جماعتوں کا بھی حصہ پڑ جائے گا۔

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام تربیت گاہوں کا شیڈول

☆ ۲۰ تا ۲۶ مئی	مرکز تنظیم اسلامی، گڑھی شاہو لاہور	ملتزم
☆ ۱۷ تا ۲۳ جون	دفتر حلقہ پنجاب (شمالی)، فیض آباد راولپنڈی	ملتزم/مبتدی
☆ یکم تا ۷ جولائی	قرآن اکیڈمی، کراچی	ملتزم/مبتدی

”خلافت“ کا اطلاق سب سے پہلے اپنی ذات اور گھر والوں پر ہونا چاہئے!

حلقہ خواتین لاہور کے ششماہی تنظیمی اجتماع کی مختصر رپورٹ

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کے زیر اہتمام ششماہی اجتماع برائے کل رفیقات ۲۸ اپریل ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ قرآن اکیڈمی میں ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض نائب ناظمہ امت المعطی صاحبہ نے انجام دیئے' جبکہ صدارت ناظمہ تنظیم اسلامی محترمہ بیگم ڈاکٹر اسرار صاحبہ نے کی۔ اجتماع کا آغاز رفیقہ تنظیم رافعہ مبشرہ کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔

ابتدائی کلمات میں نائب ناظمہ صاحبہ نے کہا کہ ہمارے سامنے تنظیم اسلامی کا اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی کا حصول اور دنیاوی ہدف یعنی اس زمین پر نظام خلافت کا قیام [illegible] وقت مستحضر رہنا چاہئے۔ خلافت کا اطلاق سب سے پہلے اپنی ذات پر' پھر اپنے گھر والوں پر ہونا چاہئے جس میں ہم تاحال پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ احکاماتِ الٰہی کی تعمیل اور خاص طور پر پردہ کے معاملہ میں خاصی کوتاہی نظر آتی ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کی ناظمہ امت المغنی صاحبہ جو ناظمہ تربیت بھی ہیں' نے رفیقات کو تجدید عہد' توبہ اور تجدید ایمان کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ اپنے ایمان کو مسلسل بڑھانے' اس میں گہرائی پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہیں' سابقہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ جان بوجھ کر گناہ نہ کرنے کا عہد کریں۔ شرعی پردہ نہ کرنا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس سے متعلق تفصیلی احکام قرآن و سنت سے مل جاتے ہیں۔ ان کو اپنے اوپر لاگو کرلیں اور معاشرے کی طرف سے مخالفتوں اور ملامتوں کی پرواہ نہ کریں۔ قلبی یقین کے نتیجہ میں عمل میں بہتری لازمی بات ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ بعد ازاں انہوں نے حلقہ خواتین لاہور کی [illegible]روں تنظیموں کی ناظمات' نائب ناظمات' نقیبات و نائب نقیبات کا تعارف کروایا۔

شرقی تنظیم کی ناظمہ آمنہ فیاض حکیم صاحبہ نے کہا کہ نظم کی بنیادی اکائی اسرہ ہے۔ اس کے اجتماع میں ضرور شرکت کریں۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ آ سکیں تو پیشگی اطلاع ضرور دیں۔ جو رفیقات پیدل چل کر یا ویگنوں میں سفر کر کے پہنچتی ہیں' انہیں یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ان کے ہر قدم پر ان کے لئے ثواب ہے۔ دنیا کی تقریبات اور بازار کے لئے اگر وہ نکل سکتی ہیں تو اللہ کے دین کو سیکھنے کے لئے گھر سے نکلنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

شمالی تنظیم کی ناظمہ مؤمنہ خان نے اپنے احساسات بیان کرتے ہوئے کہا کہ انقلابی جماعت کے کارکنوں میں جو جذبہ ہونا چاہئے وہ ہم رفیقات میں نظر نہیں آتا۔ اگر ہم اپنے آپ میں اور اپنے گھر والوں میں تبدیلی نہیں لا سکتیں تو ملک میں اسلامی نظام کیسے لائیں گی۔ صحیح مؤمن کی شخصیت develop کرنے کے لئے منتخب نصاب کو سمجھنے پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

جنوبی تنظیم کی ناظمہ امت الحصی صاحبہ نے کہا کہ رفیقات کے باہمی تعلقات رحماء بینھم کی مثال ہونے چاہئیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں ہمدردی اور محبت کا رویہ ہونا چاہئے۔ حتی الامکان کوشش کریں کہ آپ کے رویئے یا عمل سے کسی دوسرے کا دل نہ دکھے۔ جن رفیقات کو عہدے دیئے گئے ہیں وہ ان کی قابلیت کے سرٹیفکیٹ نہیں ہیں بلکہ ان پر تو ذمہ داری کا دہرا بوجھ ہوتا ہے' لہٰذا ان کے حق میں دعا کرنی چاہئے۔ ہم سب کو حصول رضائے الٰہی کے لئے مخلصانہ کوشش کرنی ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک خلوص و اخلاص ہی کی اصل اہمیت ہے۔

اس اجتماع میں حسب سابق نئی رفیقات کا تعارف بھی شامل تھا لہٰذا پچھلے چھ ماہ کے دوران تنظیم اسلامی حلقہ خواتین میں شامل ہونے والی ۲۳ رفیقات نے تعارف کروایا۔ رفیقات نے اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ تنظیم اسلامی کے امیر میں قول و فعل کا تضاد نہیں پایا جاتا اور یہ تنظیم اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف ہے۔

امت المعطی صاحبہ نے محترمہ ناظمہ صاحبہ کی خواہش پر کراچی کی رفیقہ کی طرف سے بھیجے گئے لائحہ عمل کو پڑھ کر سنایا۔ محترمہ ناظمہ صاحبہ کی دعائے خیر سے اس اجتماع کا اختتام ہوا۔ آخر میں حاضرات میں شیرینی تقسیم کی گئی۔

(مرتب: راضیہ عاکف)

خواتین اور اسلام

نعیم اختر عدنان

محسن انسانیت ﷺ کے پوری نوع انسانی پر یوں تو بے پایاں اور ان گنت احسانات ہیں مگر معاشرے کے محروم' ستم رسیدہ اور کمزور طبقات پر آپؐ کی خصوصی شان رحمت بحر بیکراں سے مشابہ نظر آتی ہے۔ آپؐ کی بعثت کے وقت پوری دنیا جہالت اور گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ طاقت ور انسانوں نے کمزور انسانوں کو اپنی انا کی تسکین کے لئے غلام بنا رکھا تھا۔ یتیموں کا حق مارنا ایک فیشن بن چکا تھا' عورتوں کے ساتھ بدسلوکی مردانگی کا نشان امتیاز بن چکی تھی۔ اس طرح کی صورت حال صرف عرب معاشرے ہی میں موجود نہیں تھی بلکہ وقت کی مہذب ترین اقوام بھی اسی قسم کی بے شمار گمراہیوں کا شکار تھیں۔ دین اسلام اور رحمت دو جہاں ﷺ کے ذریعے سب سے زیادہ تکریم صنف نازک کو ملی۔ ایک موقع پر حضورؐ نے خواتین کو ”نازک آبگینوں“ سے تشبیہہ دے کر طبقہ نسواں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا رویہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا اور اسے ہر قسم کے انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اس کی دنیا میں آمد کو منحوس اور باعث عار سمجھا جاتا' شادی کے وقت عورت کی پسند ناپسند کے تصور کا کوئی وجود نہ تھا' والدین کے مال میں اس کے لئے حق میراث کا کوئی ضابطہ اور قانون نہ تھا۔ انسانیت بیوی کے روپ میں عورت کے ”حقوق“ سے ناواقف تھی۔ غرض ماں' بہن' بیٹی اور بیوی عورت کے روپ میں ظلم و ناانصافی کا شکار تھی۔ مگر اسلام کا سورج طلوع ہوتے ہی گویا کائنات نئے جنم میں آ گئی۔ خدائے ذوالجلال نے اپنی لازوال اور آخری کتاب ہدایت قرآن مجید میں محروم طبقات کے حقوق کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا۔

خواتین کے حقوق اور فرائض کے بارے میں قرآن مجید کی کئی سورتوں کو مختص کر دیا گیا۔ نبی کائناتؐ کی مثالی زندگی نے مینارۂ نور اور اسوۂ حسنہ بن کر ان اصولوں کو یوں عملی جامہ پہنا دیا کہ عمل کرنے والوں کے لئے تاقیام قیامت کسی شک وشبہ کا احتمال نہیں چھوڑا۔ قرآن مجید میں سب سے بڑا اور اولین حق خود خالق کائنات نے اپنی ذات کی فرماں برداری قرار دیا۔ خداوند کی اطاعت و فرماں برداری کے بعد انسان کے حسن سلوک کی مستحق ہستی والدین ہیں جن میں والدہ کو خصوصی امتیاز بخشا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے: ”شکر ادا کرو میرا بھی اور اپنے والدین کا بھی“۔ نبی مکرمؐ نے ماں کی خدمت کو جنت کے حصول کا یقینی ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ”جنت ماں کے قدموں تلے ہے“۔ آپ

(باقی صفحہ 13 پر)

سفر نامہ افغانستان

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

ابو جبریل کی آمد

نماز فجر کے بعد کچھ ساتھی آرام کی خاطر کمروں میں چلے گئے اور کچھ قندھار کی معتدل' مگر قدرے ٹھنڈی ہوا میں صبح کی سیر کرنے لگے' چونکہ مہمان خانہ کی چار دیواری ہی اتنی وسیع ہے کہ اسی کے اندر چہل قدمی ہو جاتی تھی۔ کمروں کے سامنے مختلف رنگوں میں گلاب کے پھول اور دیگر پودے اپنی رنگینیاں بکھیر رہے تھے۔ ایک طرف لان میں کرسیاں بھی رکھی تھیں۔ ہم کچھ ساتھی بیٹھ کر یہاں کے حالات کے بارے میں اور طالبان حکومت کی مہمان نوازی کے متعلق گفتگو کر ہی رہے تھے کہ جنوبی دروازے سے ایک شخص وارد ہوا جس کا رنگ بھی گہرا سانولا' پگڑی بھی کالی

> طالبان حکومت کی غیرت ایمانی کے باعث
> دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان و
> یقین دوبارہ انگڑائیاں لے رہا ہے

سیاہ اور کپڑے بھی کالے رنگ کی طرف رو بہ مائل تھے۔ درمیانہ قد اور وہ سیدھا آ کر ہمارے سامنے کھڑا ہوا اور سلام کیا۔ ہم اسے حیرانگی سے دیکھ رہے تھے کہ کراچی سے وفد میں شامل ساتھی عبدالرحمٰن نے بتایا کہ یہ ابو جبریل ہیں تو اچانک حدیث جبرائیل علیہ السلام یاد آ گئی جس میں ایک اجنبی سفید لباس اور سفید رنگت والا نبیؐ کے سامنے آ کر بے تکلف بیٹھ جاتا ہے اور مختلف سوالات کرتا ہے اور جب وہ چلے جاتے ہیں تو نبیؐ صحابہ کو بتاتے ہیں کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

بہرحال یہاں اس کے برعکس ابو جبریل ہمارے درمیان موجود تھا۔ ہم ان سے گلے ملے' اپنے سامنے بٹھایا۔ اس نے اردو میں گفتگو شروع کی۔ لہجہ نے علاقے کا پتہ بتایا۔ جب ہم نے وضاحت پوچھی تو تصدیق ہو گئی کہ موصوف بنگلہ دیشی ہیں مگر عرصہ پندرہ سال سے ارضِ افغانستان میں موجود ہیں اور جہاد میں نمایاں کارکردگی دکھائی ہے' خاص کر روسی فوجیوں کو کمالِ ہوشیاری سے زندہ گرفتار کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ تین اور ایک مرتبہ چھ روسی فوجیوں کو تن تنہا گرفتار کر لائے۔ اسی کارکردگی کی بنیاد پر مجاہد کبیر اور امریکہ کے حالیہ دشمن اوّل اُسامہ بن لادن نے اس بنگلہ دیشی نوجوان کا لقب ابو جبریل رکھ دیا جس میں اس کا ذاتی نام گم ہو کر رہ گیا ہے۔ گزشتہ عرصہ میں صرف ایک مرتبہ اپنے وطن جا سکے ہیں اور وہاں والدہ کی خواہش پر شادی کی اور چند ماہ رہ کر پھر طالبان کے شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں۔ شادی کے بعد اللہ نے بیٹا عطا کیا ہے مگر اسے

شاہد اسلم

ابھی تک دیکھ نہیں سکے اور سعادت کی بات ہے کہ ابو جبریل کے بیٹے کا نام امیر المومنین ملا عمر صاحب نے یعقوب رکھا ہے۔ طالبان کی قیادت اس نوجوان سے اپنے بھائیوں کی طرح محبت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ابو جبریل دین کے رکن جہاد کی تعلیم ہمیں دے رہے تھے۔ بعد کے تین دنوں میں ابو جبریل ہمارے ساتھ کراماً کاتبین کی طرح رہے اور خوب واقعات سنائے۔ ہم ابو جبریل سے باتوں میں مصروف تھے کہ میزبانوں نے آواز دی کہ ناشتہ تیار ہے۔ تمام ساتھی دسترخوان پر جمع ہو گئے۔ ناشتہ کے بعد امیر محترم سے ملنے کے لئے نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل صاحب تشریف لائے اور آج کے دن کی ملاقاتوں کا شیڈول بتایا۔ یعنی نماز ظہر کے بعد وزیر تعلیم ملا امیر خان متقی اور نماز عصر کے بعد امیر المومنین کے ساتھ ملاقات ہو گی۔ امیر محترم نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ ملا عمر صاحب سے کون سے پہلوؤں پر گفتگو کی جائے جس پر دیگر ساتھیوں کی آراء کے علاوہ سینئر ذمہ داران نے بھرپور مشورے دیئے۔

مزار احمد شاہ ابدالی اور مسجد خرقہ شریف

اب ہم ظہر تک فارغ تھے لہٰذا مشورہ کیا گیا کہ اس وقت کو کیسے کار آمد بنایا جائے۔ طے یہ ہوا کہ مرکزی مسجد خرقہ شریف میں قرآن خوانی ہو رہی ہے' وہاں کچھ دیر گزارتے ہیں اور پھر مسلمانان ہند کے محسن احمد شاہ ابدالی کے مزار پر مسنون دعا کے لئے جانا چاہئے اور شہر کا عمومی وزٹ کیا جائے۔ میزبانوں سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے فوراً ڈرائیوروں کو حکم دیا کہ مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ امیر محترم اور چند ایک ساتھیوں کے علاوہ باقی سب ساتھی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

قندھار اس مہمان خانے سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ شروع میں چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں' بعض تو کنٹینروں کے اندر بنائی گئی ہیں۔ کچھ آگے دونوں طرف پرانے مغلیہ سٹائل کی بنی ہوئی بلڈنگ شروع ہوتی ہے' جو دراصل ایک مارکیٹ ہے اور اوپر فلیٹ بنے ہوئے ہیں۔ سڑک شہر کے اندر بھی خراب ہی ہے ویسے کہیں کہیں سے مرمت ہو رہی ہے اور سڑک کے ساتھ ساتھ کیاریاں بھی بنائی جا رہی ہیں۔ مارکیٹ کسی زمانے میں بڑی خوبصورت ہو گی' اب تو اسے رنگ و روغن ہوئے عرصہ گزر چکا ہے بلکہ اس کے چہرے پر گولیوں کے نشان جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں کچھ حصہ نذر آتش بھی ہوا ہے۔ آج سے چونکہ ملا ربانی کے انتقال کی وجہ سے تین دن کی سرکاری چھٹی ہے لہٰذا شہر میں اتنی رونق نہیں۔ ویسے دکانیں کھلی بھی ہیں۔ بعض ساتھیوں کی رائے تھی کہ قندھار ہمارے ڈیرہ غازی خان کی طرح کا ایک شہر ہے۔ بہرحال ہم سڑک کی بائیں جانب مڑے تو قدیم زمانے کے بنے ہوئے تاریخی دروازے پر پینٹ شرٹ اور ٹریفک پولیس کی ٹوپی پہنے ہوئے باریش سارجنٹ نے ایک طرف اشارہ کیا اور ہم گاڑیوں کو پارک کر کے مسجد کے صحن کی طرف بڑھنے لگے۔ ہمارے عقب میں گورنر ہاؤس تھا جہاں سرکاری گاڑیاں کھڑی تھیں اور ہم نے بھی وہیں گاڑی کھڑی کی۔ سنا ہے کہ اگر کوئی بڑا وفد آتا ہے تو یہیں گورنر ہاؤس کے مہمان خانے میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ابھی چند روز قبل لاہور کینٹ سے سرکردہ احباب کا وفد یہیں ٹھہرا تھا۔ مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے خوبصورت اور خوش الحان قاری کی تلاوت سنائی دی۔ کافی تعداد میں لوگ باہر بھی نکل رہے تھے اور جوق در جوق اندر بھی جا رہے تھے۔ مسجد کے اندر کا حصہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ مکمل سکوت اور انہماک سے لوگ تلاوت سن رہے تھے۔ ہم سب آگے پیچھے مرکزی دروازے سے محراب کی طرف بڑھے۔ منتظم نے ہمیں بالکل آگے لے جانے کے لئے راستہ بنایا اور ہم تلاوت کرنے والے بزرگ قاری کے سامنے بیٹھ گئے۔ انتہائی پیرانہ سالی میں یہ قاری صاحب مصری لہجے میں اور جذب کی کیفیت میں سورۂ بنی اسرائیل کا پہلا رکوع تلاوت کر رہے تھے۔ ان کے پیچھے محراب میں ملا عبدالجلیل صاحب اور سامنے دیوار کے دائیں بائیں افغانستان کی مرکزی قیادت توجہ سے تلاوت سن رہی تھی۔ بہرحال تلاوت ختم ہوئی۔ ایک بزرگ نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کی جس کا لب لباب ہم یہ سمجھ سکے کہ آج ملا

ربانی فوت ہوئے ہیں تو کل دیگر قائدین کو بھی اس دنیا کو چھوڑنا ہے لہٰذا اپنے معاملات میں تقویٰ پیدا کریں۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اس نوجوان قیادت میں کیونکر دانائی اور جذبۂ عمل ہے کہ بزرگ ان کی بھرپور راہنمائی کر رہے ہیں اور وہ قرآن و سنت پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ ایک آدمی نے دعا کی اور ہم باہر نکل آئے' اس لئے کہ رش بڑھ رہا تھا لہٰذا دوسروں کو موقع بھی دیا اور ہم نے چونکہ ابھی اور بھی کئی جگہوں پر جانا تھا۔ باہر نکلے تو ایک بچے نے تلاوت کا آغاز کر دیا۔

مسجد کی دائیں جانب ایک خوبصورت نقش و نگار والی چھوٹی سی عمارت ہے اور یہاں نبی اکرم ﷺ کا کرتہ مبارک محفوظ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس مقام سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ اس دن اس کا دروازہ بند تھا۔ اسی مقام کی وجہ سے مسجد خرقہ شریف موسوم ہے۔ پچھلی طرف احمد شاہ ابدالیؒ کا مزار ہے جو بہت اونچا بنایا گیا ہے۔ لوگ انہیں احمد شاہ بابا کہتے ہیں۔ ہند کی تاریخ جب اس مقام پر پہنچ گئی کہ مغل کئی سو سال حکومت کرنے کے بعد روبہ زوال ہوئے تو مرہٹوں کی طاقت مسلمانوں کو ہندوستان سے ختم کرنے کے درپے ہو گئی تب مجددِ وقت شاہ ولی اللہؒ نے خط لکھ کر احمد شاہ ابدالی کو افغانستان کی سرزمین سے بلایا اور پانی پت کے میدان میں اس مجاہد نے بارہ ہزار کی فوج کے ساتھ مرہٹوں کی لاکھوں کی فوج کو شکست دے کر مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ کر دیا۔ اللہ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔

یہاں سے فارغ ہو کر ہم جامع عمر دیکھنے کے لئے چوک شہیداں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ علاقہ مصروف تھا۔ سامنے ٹین سے چار دیواری کر کے اندر ایک بہت ہی عالی شان مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے جس کے گراؤنڈ فلور پر ۲۶۵ دکانیں بنائی گئی ہیں اور اوپر جامع مسجد عمر جس کے ستون اٹھائے جا چکے ہیں اور ساتھ ہی ایک بہت بڑا مدرسہ بنایا جائے گا۔ پاکستانی انجینئر اس منصوبے پر کام کر رہا ہے۔ آج کل وقتی طور پر کام رکا ہوا ہے۔ بتایا گیا کہ اس جگہ پر ایک سرکاری سینما تھا جسے جڑ سے اکھیڑ کر یہاں مسجد عمر کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست پوری دنیا میں اپنی بنیادیں ہلتی ہوئی محسوس کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو حق پرست ظاہر کرنے کے لئے طالبان پر بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں۔ ساتھیوں نے کافی دیر اس منصوبے کا جائزہ لیا اور پھر ہماری گاڑیاں مختلف بازاروں میں سے گزر کر مین روڈ پر آ گئیں۔ بازار ہر قسم کی مصنوعات سے بھرے پڑے ہیں۔ آلو وغیرہ کا ریٹ تقریباً پاکستان جتنا ہے البتہ چھوٹا گوشت ۶۷ روپے کلو بک رہا تھا۔ ہم بازار سے گزرتے تو رہے مگر خریدار نہ بن سکے۔ البتہ ایک گاڑی میں سوار نائب امیر حافظ عاکف سعید اور زین العابدین صاحبان وغیرہ نے دیگر رفقاء کے لئے مختلف جوس اور پھل خرید لئے۔ ظہر تک واپسی ہوئی۔ کھانا اور نماز سے فراغت کے بعد وزیر تعلیم ملا امیر خان متقی تشریف لے آئے اور ان سے تفصیلی نشست ہوئی۔ اس کے بعد رفقاء کے دل اگلی ملاقات کے لئے بے قرار ہو گئے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد سے ملاقات

یہ ملاقات امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد صاحب سے تھی جس کا وقت طے تھا۔ لہٰذا سب ساتھی وقت سے پہلے تیار ہو گئے۔ نماز عصر سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل اخوند تشریف لے آئے اور ہم تمام رفقاء گاڑیوں میں سوار ہونا شروع ہو گئے۔ عبدالجلیل صاحب نے اپنے ڈرائیور کو اٹھا کر پچھلی نشست پر بٹھا دیا اور خود ڈرائیونگ کے لئے آگے بیٹھ گئے جبکہ ان کے ساتھ امیر محترم فرنٹ سیٹ پر تشریف فرما ہوئے۔ قافلے نے سفر کا آغاز کیا۔ موسم کچھ دیر پہلے سے خراب ہو چکا تھا' تیز گرد و غبار لئے ہوئے آندھی شروع ہو گئی۔ پھر موسم قدرے ٹھنڈا ہو گیا۔ ہم قندھار شہر

طالبان کی نوجوان قیادت کی دانائی اور جذبۂ عمل قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے اور بزرگوں کی رہنمائی میں مضمر ہے

میں سے گزر رہے تھے۔ وزیر صاحب گاڑی چلا رہے ہیں لیکن نہ کوئی پروٹوکول تھا نہ ہٹو بچو کی آوازیں۔ ٹریفک کے اصولوں کے مطابق جہاں وزیر صاحب کو رکنا پڑا' یہ رکے۔ جہاں دوسرے لوگوں کو اصولاً رکنا تھا' وہ رکے۔ تقریباً سیدھی سڑک پر سارا شہر عبور کیا اور پھر ملحقہ قصبے سے گزر کر آگے چھوٹی نہر کا پل عبور کیا۔ سامنے کھوکھا نما کیبن میں سکیورٹی کے چند طالب ڈیوٹی دے رہے تھے۔ مزید تین فرلانگ کی ڈرائیو کے بعد سامنے پہاڑ کے دامن میں ایک مربع شکل کی حویلی نما عمارت نظر آئی جس کی چھت زیادہ اونچی نہ تھی۔ ہمارے بائیں طرف ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ گاڑیاں اس کے قریب پارک کیں۔ جب باہر نکل کر مسجد کے برآمدے کی طرف بڑھے تو وہاں پندرہ بیس افراد کو اپنا منتظر پایا جن میں ملا محمد عمر مجاہد مدظلہ العالی بھی عام لوگوں کی طرح سادہ لباس پہنے اور اوپر ہلکے سبز رنگ کی روایتی چادر اوڑھے کھڑے تھے۔ امیر محترم و تمام ساتھی فرداً فرداً ان سے گلے ملے اور پھر ان کے پیچھے مسجد کے اندر چلے گئے۔ نماز عصر ملا عمر نے پڑھائی۔ نماز کے بعد وہیں محراب میں وہ ہماری طرف چہرہ کر کے بیٹھ گئے اور ہم ان کے اردگرد حلقہ بنا کر ہمہ تن گوش ہو گئے۔ امیر محترم نے معذرت پیش کی کہ میں اپنی مجبوری کی وجہ سے زمین پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ملا عمر صاحب نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں' آپ کرسی پر بیٹھ رہیں۔ سب سے پہلے امیر محترم نے ملا ربانی مرحوم کی وفات پر تعزیتی کلمات کہے اور مسنون دعا ان کے حق میں پڑھی اور یہ فرمایا کہ بے شک وہ آپ کے قریبی اور معتمد ساتھیوں میں سے تھے۔ اللہ آپ کو بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ بعد ازاں میجر فتح محمد صاحب نے تمام وفد کا فرداً فرداً تعارف کروایا۔ امیر محترم نے ملا محمد عمر صاحب کو اس بات پر مبارک باد بھی پیش کی کہ آپ نے چوکھی مشکلات کے باوجود اسلام کے قوانین کو نافذ کیا ہے۔ امیر محترم نے تقریباً ساڑھے اڑسٹھ لاکھ روپے ملا عمر صاحب کی خدمت میں پیش کئے کہ یہ رقم تنظیم اسلامی کے رفقاء و احباب اور مسجد دارالسلام کے نمازیوں نے اپنے افغان بھائیوں کے تعاون کے لئے جمع کی تھی۔ امیر محترم نے فرمایا کہ جس طرح آپ حضرات نے بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں اسلامی قوانین کو نافذ کیا ہے' ہمارے لئے بھی دعا کریں۔ اور جس طرح احمد شاہ ابدالیؒ نے مسلمانانِ ہند کو مرہٹوں کے ظلم سے بچایا تھا' آپ مسلمانوں کے اتحاد کے لئے تعاون فرمائیں۔ ملا محمد عمر مجاہد صاحب جو بہت کم گو انسان ہیں' انہوں نے کہا کہ جو تعاون آپ حضرات نے کیا ہے اس کو میں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں مسلمانوں میں اتحاد کی کوششیں جاری رکھیں اور سردست پاکستانی حکومت سے براہ راست ٹکراؤ مول نہ لیں۔ ان شاء اللہ پاکستان میں بھی جلد ایسے حالات پیدا ہوں گے جو اسلام کے غلبہ کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔ افغانستان پر اللہ کا خصوصی فضل ہوا کہ یہاں اس کا دین سربلند ہو گیا۔ ملا عمر صاحب پشتو زبان میں بہت آہستگی سے گفتگو فرما رہے تھے اور میجر فتح محمد صاحب اردو زبان میں ترجمہ کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ ملا عمر صاحب کی طبیعت بھی ناساز تھی اور ظاہر ہے ایک قریبی ساتھی کی وفات کا صدمہ بھی۔ ہم تقریباً ۲۵ منٹ ان کے ساتھ رہے۔ آخر میں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی سلامتی اور سربلندی کے لئے خصوصی دعا کی اور کھڑے ہو کر ایک دفعہ پھر سارے وفد کو فرداً فرداً گلے ملے اور الوداع کہا۔ جب ہم باہر نکلے تو بادل چھائے ہوئے تھے۔ مسجد کی بائیں طرف دوسرے پہاڑوں کی بہ نسبت قد نکالے ہوئے ایک پہاڑ نظر آیا تو امیر محترم نے فوراً کہا کہ یہ تو بالکل جبل نور کی مانند ہے۔ ملا عمر صاحب کی شخصیت کے حوالے سے بعض ساتھیوں نے کہا کہ: متفکر' عمیق' مسلمانوں کے لئے رحیم و شفیق' پرہیبت' پرجلال' شان استغناء لئے ہوئے ''شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق''۔ ایک ساتھی نے یہ شعر ان کی کیفیت پر سنایا

کہ لوگ اور خاص کر دشمن ملا عمر کے خلاف کس قدر باتیں کرتے ہیں مگر:

کہہ رہا تھا شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

امیر محترم نے فرمایا کہ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو ایک گڈریے تھے انہیں اللہ نے خلافت عطا فرمادی اسی طرح جید علماء و جہادی کمانڈروں کے ہوتے ہوئے اللہ نے ملا عمر کو چن لیا۔ راقم امیر محترم کی اس بات پر سوچ رہا تھا کہ جس طرح حضرت داؤد نے اپنے گوپنے سے اس وقت کے دشمن خدا اور بظاہر سپر مین جو کہ غرق آہن اور ناقابل شکست تھا' جس کا نام جولیٹ تھا' کو قتل کیا تھا' آج اسی طرح بے سروسامانی کے عالم میں ملا محمد عمر مجاہد اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قوت ایمانی کے بل بوتے پر پوری دنیا کے کفر کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے ہیں۔ اور جس طرح اس وقت سب لوگ جولیٹ سے مقابلہ کرنے سے ڈر رہے تھے آج مسلمانوں کے حکمران امریکہ سے ڈرے اور سہمے ہوئے اس کی ہر جائز و ناجائز بات کو ایسے مان رہے ہیں جیسے نعوذ باللہ یہ رب کائنات کا فرمان ہو۔ مگر یہی ملا عمر ہیں جو رب کے فرمان کو اولیت دیتے ہوئے ہر جھوٹے خدا کے احکامات کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتے اور بڑے سے بڑے ملک کی بات کو خاطر میں نہیں لاتے جس کی وجہ سے آج مسلمانوں میں دوبارہ اعتماد' ایمان و یقین انگڑائیاں لے رہا ہے' ان کے حواس غیر اللہ کے ڈر کے پردوں کو چاک کر رہے ہیں۔ امیر محترم نے ملا محمد عمر مجاہد صاحب اور دیگر وزراء سے ملاقات کے بعد فرمایا کہ ''ہم خلافت راشدہ کے دور کی سادگی اور اپنائیت محسوس کر رہے ہیں''۔

وفد کے ارکان امیر المومنین سے ملاقات کے بعد دوبارہ مہمان خانے کی طرف چل پڑے۔ نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی۔ بہر حال تمام ارکان ہی خوش تھے کہ ملاقات ہوگئی کیونکہ کئی وفود ایسے آئے ہیں کہ جو ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے جس کی ایک وجہ ملا عمر صاحب کی مصروفیت ہے کیونکہ ان کے پرسنل سیکرٹری محمد طیب آغا صاحب نے بعد میں بتایا کہ امیر المومنین صبح سے رات گئے تک مسلسل مختلف امور سرانجام دیتے ہیں' مثلاً:

۱) روزانہ تیس سے چالیس کے لگ بھگ عوامی درخواستیں نپٹاتے ہیں۔
۲) مختلف شعبوں کے ذیلی سیکرٹری براہِ راست ملا عمر صاحب کو اپنے اپنے شعبے کے مسائل اور کارکردگی سے روزانہ آگاہ کرتے ہیں۔
۳) صوبوں کے گورنروں سے براہِ راست رابطہ بھی رکھتے ہیں۔
۴) اسی طرح جہادی کمانڈروں کو ہدایات جاری کرتے ہیں
۵) مہمانوں سے ملاقات کے لئے وقت بھی نکالتے ہیں۔

ملا عبدالجلیل صاحب سے ملاقات میں امیر محترم نے کابل جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چونکہ قندھار سے براستہ غزنی کابل تک سڑک بالکل خراب ہے لہٰذا باوجود کہ پابندیوں کی وجہ سے جہازوں کے ایندھن کی بھی کمی ہے مگر وزیر خارجہ صاحب نے فوراً حامی بھر لی کہ ان شاء اللہ صبح آپ لوگوں کے لئے خصوصی طیارہ کابل کے لئے روانہ کیا جائے گا' آپ حضرات دس بجے تک تیار ہو جائیں۔ زندہ دلانِ افغانستان کس قدر وسعت قلبی رکھتے ہیں۔ ع دل کی آزادی شکم سامان موت

رات دس بجے ملا محمد عمر صاحب کے پرسنل سیکرٹری محمد طیب آغا ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ موصوف کی عمر صرف ۲۵ سال ہے مگر باتوں کے جواب جس جچے تلے اور دانشورانہ انداز میں دیتے ہیں گویا کہ عمر پچاس سال ہو۔ طیب آغا صاحب امیر محترم سے علیحدگی میں بھی ملے اور ساتھیوں کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا پاکستان میں ملا عمر صاحب نے کسی کو اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ملا عمر صاحب ہر مسلمان کو اپنا نمائندہ اور ساتھی سمجھتے ہیں۔ رات خاصی ہو چکی تھی۔ طیب آغا صاحب رخصت ہوئے اور ہم بھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تاکہ کل کابل کے سفر کے لئے اپنے آپ کو قابل بنا سکیں۔ (جاری ہے)

تحریکِ نعت

علامہ سید شبیر بخاری

خجستہ پیک نظر ہو تو نعت ہوتی ہے — شگفتہ زخم جگر ہو تو نعت ہوتی ہے
جب آنکھ خون سے تر ہو تو نعت ہوتی ہے — گراں متاعِ ہُنر ہو تو نعت ہوتی ہے
گماں کی وادی پر پیچ کے اندھیروں میں — یقین کا نورِ بصر ہو تو نعت ہوتی ہے
جہالتوں کی پُر آشوب رہ گزاروں میں — جو آگہی کا گزر ہو تو نعت ہوتی ہے
قنوط و کفر کی ظلمت شعار دنیا میں — طلوعِ نورِ سحر ہو تو نعت ہوتی ہے
نظامِ عشقِ محمدؐ کی عظمتوں کی قسم! — مقامِ دل کی خبر ہو تو نعت ہوتی ہے
ہجومِ یاس میں در در کی ٹھوکریں کھا کر — درِ رسولؐ پہ سر ہو تو نعت ہوتی ہے
حضورِ رحمتِ کاملؐ ہیں اپنے عاشق پر — جو التفاتِ نظر ہو تو نعت ہوتی ہے

دل و نگاہ کا سرمایۂ سرور ہے نعت
تجلیاتِ محبت کا کوہِ طور ہے نعت

بقیہ : منبر و محراب

میں ماضی کی طرح امریکہ کے کسی نئے جال میں پھنسنے سے گریز کرنا چاہئے۔

اسی طرح حالیہ بھارت بنگلہ دیش کشیدگی بھی امید ہے کہ ہمارے حق میں بہتر ہوگی اور عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں بنگلہ دیش سے ہمارے قرب کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

علاقائی سطح پر دوسرا تشویشناک معاملہ یہ ہے کہ یو این او نے ایک طرف افغانستان پر ناروا پابندیاں عائد کر رکھی ہیں تاکہ افغان عوام کو طالبان حکومت سے بدظن کر کے اسے کمزور کیا جائے جبکہ دوسری طرف افغان مہاجرین سے ہمدردی کا ڈھونگ رچا کر پاکستان اور طالبان میں دوریاں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اگر اقوام متحدہ کو افغان عوام سے اتنی ہی ہمدردی ہے تو وہ افغانستان میں کیمپ کھول کر وہاں ان کی امداد سے کیوں گریزاں ہے؟

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس
کی ویڈیو سی ڈی (VCD) تیار ہوگئی ہے
ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-03

کاروان خلافت منزل بہ منزل

امیر محترم کا ماہ مئی کا دورۂ کراچی

ہفتہ ۵ مئی کو دورے کا پہلا پروگرام اس پلاٹ پر ہوا جو حال ہی میں رفقاء و احباب کی کاوشوں اور مالی ایثار کے نتیجے میں حاصل ہوا ہے اور جہاں قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں آنا ہے۔ پروگرام کا آغاز قاری عثمان کھوکھر صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں سورۃ الحشر کی آیات کے حوالے سے قرآن مجید کی عظمت کو اجاگر کیا اور سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات اور حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں تعلیم و تعلم قرآن کی اہمیت بیان فرمائی۔ انجمن خدام القرآن نے اس مقصد کے لئے قرآن اکیڈمیز قائم کی ہیں' جہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآن کی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے تاکہ ان میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ براہ راست قرآن مجید کے متن سے اس کی ہدایت کو اخذ کر سکیں اور جن کی روشنی میں گمراہ کن نظریات کا ابطال کر سکیں۔ امیر محترم نے شرکاء اجتماع کو بتایا کہ یہ اسی سلسلے کی کراچی شہر میں دوسری اکیڈمی ہوگی۔ امیر محترم کے خطاب سے قبل انجینئر نوید احمد ناظم حلقہ سندھ زیریں امیر محترم کا تعارف کروا چکے تھے اور انجمن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈال چکے تھے۔

اتوار ۶ مئی کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں صبح دس بجے تنظیم کراچی کے ماہانہ دعوتی پروگرام کا آغاز نقیب اسرہ برنس روڈ شجاع الدین شیخ کے مطالعہ حدیث سے ہوا۔ بعد ازاں امیر تنظیم شرقی نمبر ۱۲ اعجاز لطیف نے رضاء الٰہی کے حصول کے عنوان سے لیکچر دیا۔ ۱۱ بجے امیر محترم نے سورۃ المومنون کی آیات ۱۲ تا ۱۶ اور ۱۱۵ تا ۱۱۸ پر درس دیتے ہوئے فرمایا کہ ایمانیات ثلاثہ میں گو کہ بنیادی حیثیت ایمان باللہ کو حاصل ہے اور قانونی حیثیت ایمان بالرسالت کو' لیکن عملی زندگی میں اعمال کو تیر کی طرح سیدھا رکھنے کے لئے ایمان بالآخرت پر یقین لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایمان بالآخرت کے لئے بطور دلیل انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کو پیش فرمایا ہے۔

اسی شام امیر محترم چند رفقاء کے ہمراہ ہالا تشریف لے گئے جہاں انہوں نے مقامی زمیندار قاضی شوکت علی کی رہائش گاہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قرآن کے ایک طالب علم اور دین کے ایک ادنیٰ خادم ہیں۔ ان کی دینی سوچ کا خلاصہ یہ ہے کہ نظام باطل کے غلبے کی صورت میں دین کے غلبے کی جدوجہد ہر مسلمان کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتی ہے۔ امت مسلمہ آج عذاب الٰہی کی گرفت میں ہے جس سے نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ دنیا کے ایک قابل لحاظ علاقے پر مشتمل ملک میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کیا جائے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات کے صغریٰ کبریٰ سے اور نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو کر رہے گی۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا لیکن ہم۔ نے اللہ سے کئے ہوئے اپنے وعدے کو فراموش کر دیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر نفاق کو مسلط کر دیا ہے جس کے نتائج قوم مختلف صورتوں میں بھگت رہی ہے۔ اس کا علاج اجتماعی توبہ اور اقامت دین کی جدوجہد میں تن من دھن کھپا دینا ہے۔

پیر ۷ مارچ کو ہالا سے واپسی پر امیر محترم نے مختلف افراد سے ملاقاتیں فرمائیں جن میں ممتاز عالم دین مفتی نظام الدین شامزئی تھے جن سے اپنے دورۂ افغانستان کے تناظر میں باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیالات فرمایا۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی لاہور (شرقی) کے زیر اہتمام شب بسری کا پروگرام

۱۲ مئی ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء قرآن اکیڈمی میں لاہور شرقی کے زیر اہتمام شب بسری کا پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز عشاء درس قرآن سے ہوا۔ فیاض حکیم صاحب نے سورۃ القیامہ کا درس دیتے ہوئے کہا کہ قیامت کے موضوع کی اہمیت اس بات سے بھی پتہ چلتی ہے کہ قرآن کے ہر صفحہ پر آپ کو آخرت کا ذکر مل جائے گا۔ اصولی طور پر ایمان' ایمان باللہ ہی ہے جبکہ ایمان بالرسالۃ اللہ کی صفت ہدایت اور ایمان بالآخرۃ اللہ کی صفت عدل کا مظہر ہے۔ زندگی بدلنے والی چیز ایمان بالآخرۃ ہے اور زندگی کو ایک صحیح رخ پر ڈالنے والی چیز ایمان بالرسالۃ ہے۔ آخرت پر یقین اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ انسان کو گناہوں سے رکنے کے لئے جذبہ محرکہ دیتا ہے۔

اس کے بعد حافظ خالد محمود خضر صاحب نے نماز کے صحیح طریقہ کار پر گفتگو کی۔ انہوں نے نماز اور وضو کے فرائض' واجبات اور سنتیں بیان کیں جنہیں رفقاء تنظیم اسلامی نے بڑے انہماک سے سنا۔ احمد فاروق نے سیرت صحابہ کے حوالے سے ایمان افروز واقعات سنا کر سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ مرزا ندیم بیگ صاحب نے دین و مذہب کا فرق بیان کرتے ہوئے کہا کہ مذہب کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہے جبکہ دین کا تعلق انسان کے اجتماعی معاملات سے ہے۔ حافظ زبیر احمد نے فضائل تہجد پر گفتگو کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ کی طویل حدیث مبارکہ سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تہجد کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ' سورۂ آل عمران اور سورۃ النساء کی تلاوت فرمائی۔ اس حدیث میں تبلیغ اور شہادت علی الناس کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لئے سبق ہے کہ ان کے لئے رات کا قیام بہت ضروری ہے۔ رات ۱۲ بجے سونے کا وقفہ ہوا۔ صبح تین بجے رفقاء کو نماز تہجد کے لئے اٹھایا گیا۔ بعد نماز فجر نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے درس حدیث دیا۔ درس حدیث میں حقوق العباد کے حوالے سے آپس میں ایک دوسرے سے حسد' کینہ و بغض نہ رکھنے کی تاکید فرمائی گئی۔ درس حدیث کا رفقاء و احباب پر بہت اثر ہوا۔ اس پروگرام کے ساتھ ہی شب بسری کا پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: ذیشان دانش خان)

بقیہ : خواتین اور اسلام

ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی عزت و تکریم کر کے بلند مثال قائم کی اور بیٹی کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے یہ فرما کر کہ تین یا دو بیٹیوں کا والد بیٹیوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرے تو وہ قیامت کے دن جنت میں پیغمبر کائنات کے ساتھ ہم رکابی کے شرف سے بہرہ مند ہوگا۔

آپ نے بیوی کی عظمت کو یوں اجاگر کیا کہ:

''دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے''

اسلام اور پیغمبر اسلام نے عورت کو ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کے روپ میں ایسی عزت و تکریم عطا فرمائی جس پر واقعی انسانیت رشک کر سکتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کی تکریم کرنے والا ہی شریف ہے جبکہ طبقہ نسوانیت کی تذلیل کرنے والا بدکردار شخص ہی ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے خواتین پر اسلام کے بے پناہ احسانات کو آج کی مہذب اور روشن خیال دنیا نے نہ صرف بھلا دیا ہے بلکہ وہ اسلام کے ان ضابطوں ہی کو جو عورت کے انسانی حقوق کی بہترین ضمانت ہیں' تنقید کا نشانہ بنا رہی ہے۔ لبرل ازم اور خواتین کے حقوق کے نام پر آج سوائے اخلاقی آوارگی پر مبنی فساد قلب و نظر کے کچھ نظر نہیں آتا۔ مغرب کا انسانیت کش نظام اخلاق سطح پر اپنی موت آپ کے مصداق اپنے خنجر سے خودکشی کر رہا ہے مگر غلامانہ ذہنیت کا حکمران طبقہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام اور قرون وسطیٰ کے استحصال پر مبنی جاگیردارانہ نظام کو ختم کرنے کی بجائے خواتین کو گھروں کی محفوظ چاردیواری سے نکال کر سیاست کے غیر محفوظ خارزار میں گھسیٹنا چاہتا ہے۔

اسے مشرف حکومت کی عیاری اور دینی سیاسی جماعتوں کی سادہ لوحی ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ تنظیم اسلامی کے بیدار مغز اور دوربین امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے حکومت کے خواتین کو بلدیاتی انتخابات میں غیر معمولی تناسب سے نشستیں دینے کے فیصلے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے اہل مذہب کو خبردار کر دیا ہے کہ۔ ''نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے۔۔۔۔''

انتقال پرملال

میاں محمد اکرم' ملتزم رفیق (اسرہ گرین ٹاؤن) کی والدہ محترمہ مورخہ ۷ مئی ۲۰۰۱ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللھم اغفر لھا و ارحمھا و ادخلھا فی رحمتک و حاسبھا حساباً یسیرا

we police the world, *we* make the rules. A policeman can never be the lead reformer of the UN? After the recent setbacks at the UN, the US leaders are labelling the Muslim countries in particular as "rogue nations"--violent, lawless, willing to ignore international law and morality to enforce their will. The US must not forget to realise that the global outrage is by no means limited to voices of the Muslims alone. After more than five decades, it is evident that the UN has not served any of the goals or solved any of the issues related to the Muslim world. Resolutions on Palestine have been relegated to the books, whereas resolutions on Iraq have been declared sacred and enforced through sheer force and terrorism. Resolutions on Kashmir are a thing of the past, but resolution on Afghanistan need to be enforced rights after a vote on it. If the UN is not open to reform according to the needs and wishes of most of its Muslim members, it is then time for us to reassess how it can best serve its Muslim members - or whether it can do so at all. As far as the US is concerned, it is obvious from a study of Heritage Foundation that even if the UN were a marvel of efficiency and influence, the US leadership would see "no justification for maintaining US membership if it did not advance America's national interests and foreign policy goals" (*Mandate for Leadership IV* - Reforming And Working With The United Nations (Chapter 20) by Brett D. Schaefer and Thomas P. Sheehy). Muslim proponents of UN reform must do more than criticize the UN's inefficiency and incompetence; we must present a comprehensive blueprint for change – a permanent seat at the Security Council being the first demand. We have become accustomed to pointing out UN's submissiveness to the US. Nevertheless, pointing out these shortcomings will seem a bit petty if the Muslims are divided in the face of other united nations and have no constructive solutions to propose. Such horror stories can be a useful weapon in the reformer's arsenal, but they are not sufficient by themselves. In the post Cold War scenario, Muslim members of the UN should deal with the UN on radically new terms. While this change may be politically difficult to bring about, it will be well worth the effort to give Muslims an opportunity to be fully armed with the veto power and represent themselves at the top in the Security Council. Wishful thinking it might seem to many but the change is a must, because if we look at the composition of the Security Council and the history of its exploitation against the Muslim cause, we find that this organ does not in any way reflect a universal purpose. It is serving the purpose of one superpower and its allies in the post Cold War world. The Muslim countries must muster enough courage to propose and try to enforce pro-Muslims changes in the UN structure. The Muslim bloc must try to enforce its demands even at the cost of our withdrawal from the UN. The alternative is an unacceptable and unproductive status quo and continued battering at the hands of the powerful. There will be no better time for weak member states of the UN to act. The US relationship with the UN is at a crossroads. Long before the present failure at UNHRC, The *New Republic* greeted United Nations Day in 1996 with a call for letting the UN "wither away into irrelevance." The UN's 50th birthday was celebrated in the House of Representatives by the introduction of the first resolution in years calling for the United States to withdraw from the world body. A year later a fifth of the House of Representatives had endorsed that position. **If the US can think of withdrawal from the UN despite the enormous clout and unimaginable benefits, why can't we as the victim of the United Nations double standards?** At this stage, the Muslim world must be prudent. The UN is not a global government. It cannot impose standards on states according to the wishes of a sole hyper-power. For turning it into reality, the Muslim world needs to demonstrate that they are determined to see themselves a permanent member of a democratic Security Council. **We must not compare this demand with the performance of the OIC. It turned out to be not more than a talk show because it doesn't have the authority to take action like the Security Council. A veto in SC is far more meaningful than a thousand OIC toothless resolutions.** The same ritualistic congregation of the Muslim world leaders would turn into a serious decision making body if they know that whatever they decide there would be followed up in the SC. The Islamic fraternity seems to be a deeply divided house only because they know they are helpless against the outside aggression justified by the "sacred" bodies like the UN and some of its own brothers sell themselves for living a few days in peace. The situation would change dramatically once we know we can draw remarkable support from each other. With the permanent Muslim representation at the Security Council, the OIC would not get into action only as an appendage to the UN moves, but would also meet to decide upon issues before they are taken up in at the UN. There must be an end to the shabby treatment of the Muslims by the western-led international community. Irrespective of being autocratic, sham democratic or patently unrepresentative governments, we need to weld together to be taken seriously. Being the second biggest segment of the world population, we need to make sure that our voice in the international arena should not be counted for a cipher. Why should our mightiest figures be just the yes-men of the western actors in the United Nations? The action must begin at the ground level – from our schools, mosques, congregations, meetings, seminars, provincial and national assemblies. Our resolve would be strengthened only when we are convinced that this is our right. Our demand would only have credibility when others know that we mean what we say, and do what we mean.

مالی تعاون کی اپیل

ادارہ ندائے خلافت کے کارکن انور کمال میو کے ایک قریبی عزیز گردے کے عارضے میں مبتلا ہیں۔ ان کے علاج و تبدیلی گردہ کے لئے خطیر رقم درکار ہوگی۔ صاحب خیر رفقاء واحباب سے تعاون کی اپیل ہے۔

رابطہ: حافظ عاکف سعید مدیر ندائے خلافت لاہور

View Point

Divided Muslims and United Nations.

Abid Ullah Jan

American officials, lawmakers and independent human rights groups voiced dismay and indignation that the United States has been voted off the UN Human Rights Commission and the UN international drug monitoring board on the same day. Pakistan has been mentioned in almost all major US newspapers and magazine with Sudan and Libya as a major human rights violator. The US leaders threaten to withhold payment on the long-unpaid dues owed the UN. They blame structure and system of the UN along the potential adversaries for the insult. The UN seems to be at the mercy of the hyper power with ingrained assumption that it is legislator, judge, jury and executioner. What is, however, the future of this forum of humanity where one power keeps on stressing that international law applies only to the weak – particularly the Muslims? In the light UN's work for the past five decades, what's the hope for fair treatment of Muslims and Muslims related issues at this forum? Beginning from the recent past, New York Times in its May 7, edition noted that the UN Human Rights Commission "counts among its members some of the world's most egregious violators of human rights, including Sudan, Pakistan and Togo." Amos Perlmutter in his May 10 column in Washington Times noted: "The Human Rights commission voted in the oppressive kleptocracies of Sierra Leone, Sudan and Uganda. It also chose Pakistan, another violator of human rights, as a member." Arnold Beichman in his May 8, column in Washington Times vent his anger in these words: " Among other members of the commission are such observers of human rights as: Cuba, Libya, Syria, Vietnam, Indonesia, Pakistan. Cuba, for heaven's sake, is on the U.N. Human Rights Commission. Can you think of anything more politically obscene?"

The American leadership is out to let the public believe that "the greatest world champion of human rights" has been ousted by a tactical UN act of the Muslims in a concerted effort with the Europeans. The US still insists that the US got this treatment for its "principled positions" (May 4 New York Times) in the case of China and Israel in particular. The US administration also has a blue print of reformed UN, which would enable it to impose its "principled position" on the rest of the world. Apart from being armed with veto power in the Security Council and capable to maneuver it in any direction, the US propose "a structural revolution in the United Nations" which is of "utmost necessity to bring an end to the equality of states that results in Togo and the United States each having one vote in the General Assembly. There should be other criteria involved that determine how many votes each UN member state has. The existing doctrine is anachronistic" (Washington Times, May 10). The objective is to deprive the Muslim states of equal voting right (one country, one vote) in the General Assembly as well. The demand for reform at the UN according to the wishes of the "world leader" is gaining momentum in Washington after its eviction from the two bodies of the UN. One-state, one-vote procedure of the General Assembly is demanded to be amended for greater representation and role for "democratic states than non-democratic states because democratic states are more peaceful and tolerant." If one reads annual reports of the Freedom House, New York, almost all the Muslim states are considered as not-free, or partly free, which means none of them would be eligible to vote at the General Assembly. We must ask from the Muslims' point of view as to what kind of structure for the UN would be more pragmatic and realistic – one that suits the "world leader," or one that suits majority of the humanity? And above all, who has given the US mandate to be the "world leader"? Can a lawless exceptionalist be the world-leader who denounces state-sponsored terrorism while reserving the right to bomb a pharmaceutical plant in Sudan or commando action in Iran and Afghanistan? What can we expect from a world leader who condemned Iraq for invading Kuwait while reserving the right to invade Panama or bomb Serbia on its own writ, or defending Israel's aggression against in neighbouring Lebanon and occupying Arab land and oppressing Arab population forever? What kind of leadership is it, which advocated war crimes tribunals against foreign miscreants abroad while opposing an international criminal court that might hold its own or Israeli officials accountable? The US leaders proclaim the value of law and democracy as they spurn the UN Security Council and ignore the World Court when their rulings don't suit them. Is the US really a suitable candidate for leading and restructuring the world organisation at a time when its Senate refuses to ratify basic human rights treaties? Is not the US even oppose efforts to eliminate child labour? Along with these questions, the people at the helms of affairs in the world body must answer the question: Why shouldn't the Muslim countries be given one permanent seat in the Security council, which would be filled on rotational basis by period elections amongst the Muslim countries? There are more than 1.2 billion Muslims, whose interests always at stake n the Security Council without proper representation and voice at that level. Unlike the US policy, the policies of the Muslim countries are not based on militarization and the belief that

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 17

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام وتفہیم

☆یہودیوں کے تسلط سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

☆حضور ﷺ کو ''اُمّی'' کیوں کہا جاتا ہے؟ ☆حضرت آدمؑ کتنے ہزار سال پہلے کی شخصیت ہیں؟

☆آبِ زم زم کس اعتبار سے معجزہ ہے؟ ☆ کیا اصل قرآن پاک لوحِ محفوظ پر موجود ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال وجواب کی نشست

س:حضورؐ کو''اُمّی'' کیوں کہا جاتا تھا حالانکہ آپ سب سے زیادہ قرآن پاک کو سمجھتے اور پڑھتے تھے؟

ج : جزیرۃ العرب میں''اُمّی'' کا لفظ اس شخص کے لئے مستعمل تھا جس نے دنیوی اعتبار سے تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ آپؐ کو چونکہ تمام علم براہ راست دیا گیا یعنی آپؐ نے کسی مکتب میں کسی استاد کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا نہ آپؐ نے مروجہ معنوں میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اس لحاظ سے آپ اُمّی ہیں۔

یہودی اہل عرب کو اُمّی اس اعتبار سے کہتے تھے کہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی۔ اس قوم میں اگرچہ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے لیکن وہ قوم یہودیوں کے نزدیک اس اعتبار سے جاہل تھی کہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی۔

کچھ لوگوں نے اس لفظ کی نسبت مکے کی طرف کی ہے۔ مکے کو چونکہ اُس وقت ام القریٰ کہا جاتا تھا' اس لحاظ سے یہ لفظ (اُمّی) ام القریٰ سے بن گیا' جیسے کہ آج کل بھی ہمارے ہاں شہروں کی نسبت سے نام مشہور ہو جاتے ہیں' مثلاً دہلوی' لاہوری وغیرہ ـــــ میری رائے میں اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے دنیوی اعتبار سے کوئی علم حاصل نہ کیا ہو۔ واللہ اعلم

س: یہودیوں کے تسلط سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟

ج : یہودیوں کے تسلط سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایک ہی شکل ہے کہ ہم اپنے ملک میں صحیح اور کامل اسلامی نظام قائم کریں۔ صحیح اور کامل اسلام نافذ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ اللہ کی مدد کے بغیر یہودیوں سے اس وقت مقابلہ ناممکن ہے کیونکہ یہودیوں کی پشت پر پوری عیسائی دنیا موجود ہے۔ دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ اس کی آلۂ کار ہے۔ امریکی اسلحہ کے ساتھ ساتھ خود اسرائیل کے پاس سینکڑوں ایٹم بم موجود ہیں۔ فی الوقت عالم اسلام میں کوئی ملک ایسا نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

س: حضرت آدم علیہ السلام کتنے ہزار سال پہلے کی شخصیت ہیں؟

ج : حضرت آدم علیہ السلام کے دور کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ آپ چھ ہزار سال پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ واضح رہے کہ یہودی تو اپنا سن بھی حضرت آدم سے لے کر چل رہے ہیں اور انہوں نے پورا کیلنڈر مرتب کیا ہوا ہے۔ اس وقت غالباً ان کا سن ۵۷۰۰ ہے۔ مزید براں حضرت آدم کی کچھ تاریخ بائبل میں بھی موجود ہے۔ جس سے بھی کم وبیش یہی اندازہ ہوتا ہے۔ تاہم میرا اپنا اندازہ ہے کہ یہ دس ہزار قبل کا معاملہ ہے۔ واللہ اعلم۔

س: آبِ زمزم معجزہ کس اعتبار سے ہے؟

ج : آبِ زمزم اللہ تعالیٰ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے۔ ایک تو یہ کہ اس میں شفاء ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کنویں کا پانی ختم نہیں ہو رہا۔ اندازہ کیجئے کہ یہ بہت بڑے پیمانے پر وہاں سے نکل رہا ہے لیکن سمجھ نہیں آتا کہ یہ پانی کہاں سے آرہا ہے۔ پھر یہ اس پانی میں غذائیت بھی غیر معمولی طور پر موجود ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک انسان چالیس دن تک صرف زم زم پر گزارہ کر سکتا ہے۔ یاد رہے سائنسدانوں نے اس پر خوب تحقیق کی ہے اور انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس قدر غذائیت سے بھرپور' پر شفاء اور انسان کے لئے مفید پانی دنیا میں کہیں موجود نہیں۔

س : آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ قرآن پاک اپنی اصل حالت میں لوح محفوظ پر موجود ہے جبکہ موجودہ قرآن پاک کے نسخے اس کی نقل ہیں۔ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمادیں۔

ج : اصل قرآن پاک تو وہاں لوح محفوظ میں ہے' ہمارے پاس موجود قرآن مجید کے نسخے نقل بمطابق اصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر متعدد مرتبہ اس کے لوح محفوظ میں موجود ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ البروج کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝﴾ یعنی ''وہ قرآن عظیم الشان ہے' جو لوح محفوظ میں ہے''۔ سورۂ واقعہ کی آیات ۷۷۔۷۸ ملاحظہ فرمائیں: ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝﴾ ''یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے''۔ سورۃ الزخرف کی آیت ۴ میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝﴾ ''اور یہ کتاب ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے' بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے''۔ اسی طرح سورۂ عبس کی آیات ۱۵'۱۶ میں ہے: ﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝﴾ یعنی ''وہ قرآن ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے جو بڑے باعزت اور نیکوکار ہیں''۔

اس اعتبار سے اصل قرآن تو لوح محفوظ میں ہے۔ ہمارے پاس قرآن مجید کے جو نسخے ہیں وہ اس کی مصدقہ نقول یعنی نقل بمطابق اصل ہیں' ان میں کوئی فرق نہیں۔ ویسے بھی قرآن مجید کے موجودہ نسخے حضور ﷺ کے زمانے ہی سے نقل ہی ہوتے چلے آرہے ہیں۔ بہرکیف قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہوئی ہے' لہٰذا اس میں ردوبدل یا تبدیلی کا سرے سے کوئی امکان نہیں ہوسکتا۔

(مرتب: انور کمال میو)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام